REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

POSTEL REGISTRATION NO. P.G.D.P6

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

جلد ۳۸

شمارہ ۱۳

ہفت روزہ بدر قادیان

شرح چندہ
سالانہ ۶۰ روپے
ششماہی ۳۰ روپے
ممالک غیر بذریعہ بحری ڈاک ۲۵۰ روپے
فی پرچہ ایک روپیہ پچیس پیسے

ایڈیٹر: عبدالحق فضل
نائب: محمد فضل اللہ قریشی

The Weekly BADR Qadian 143516

ہفت روزہ بدر قادیان

۱۷ شعبان ۱۴۰۹ ہجری ۲۳ امان ۱۳۶۸ ہش ۲۳ مارچ ۱۹۸۹ء

نہایت اہم: پر عظمت صدی تحفہ مبارکباد

سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ٹیلیگرام محترم ناظر صاحب اعلیٰ کے نام موصول ہوا ہے کہ:
”احمدیت کی دوسری صدی کے آغاز پر دلی مبارکباد قبول کریں براہ مہربانی تمام احباب جماعت کی خدمت میں میری طرف سے دلی مبارکباد اور السلام علیکم پہنچا دیں۔“
مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح

احباب کرام! التزام کیساتھ اپنے دل وجان سے پیارے آقا کی صحت وسلامتی درازی عمر اور مقاصد عالیہ میں معجزانہ کامیابی کیلئے درد دل سے دعائیں جاری رکھیں۔ (ایڈیٹر)

خطبہ جمعۃ المبارک

میں آج کے خطبے میں سلمان رشدی کی شیطانی کتاب کے متعلق احباب جماعت کو صورت حال سے مطلع کرنا چاہتا ہوں

مسلمانوں کے غلط ردِ عمل نے اتنا نقصان پہنچایا ہے اسلام کو کہ یہ کتاب اپنی ذات میں کبھی بھی اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی

ایک احمدی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ بلند کرتا ہے تو تم اسے واجب القتل قرار دیتے ہو

ہندوستان اس خاص طور پر شکریہ کا مستحق ہے کہ اس نے باوجود اس کے کہ بھارت کی ہندو اکثریت ہے اصولاً خود ہی اس کتاب کو ضبط کر دیا ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۲۴ تبلیغ (فروری) ۱۳۶۸ھش / ۱۹۸۹ء بمقام مسجد فضل لندن

محترم منیر احمد جاوید صاحب مبلغ سلسلہ دفتر پی۔ ایس لندن کا قلمبند کردہ یہ بصیرت افروز خطبہ جمعہ ادارہ شکریہ کے ساتھ اپنی ذمہ داری پر ہدیۂ قارئین کر رہا ہے۔
(ایڈیٹر)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (سورۃ الانعام: آیت ۱۰۹)

میں آج کے خطبے میں سلمان رشدی کی شیطانی کتاب کے متعلق احباب جماعت کو صورت حال سے مطلع کرنا چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں وہ لائحہ عمل بھی پیش کروں گا جو اسلامی تعلیم کی رو سے مسلمانوں کو ایسی صورت حال سے نپٹنے کے لئے اختیار کرنا چاہیئے۔

اس کتاب کا پس منظر کیا ہے؟ پہلی نظر تو فوری پس منظر پر جاتی ہے اور جیسا کہ مختلف صاحب رائے لوگوں نے اظہار کیا ہے یہ کتاب کوئی انفرادی خباثت نہیں بلکہ اس کے پیچھے اسلام کے خلاف سازش کارفرما نظر آتی ہے لیکن اس سے بھی دور کے پس منظر میں اس سازش کی جڑیں پیوستہ ہیں اور بات وہاں سے شروع ہونی چاہیئے اسی زمانے کا مستشرق ایک تہذیب کی ملمع کاری کے پردے میں اس رنگ میں اب اسلام پر حملے کرتا ہے کہ جس سے تہذیبی دائروں کو پامال کیئے بغیر وہ اسلام پر چرکے لگاتا ہے اور معصومیت اور نادانی میں بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو یہ سمجھ بھی نہیں سکتے کہ وہی شرارت اور وہی خباثت جو گذشتہ تاریک صدیوں میں عیسائی مستشرقین کی طرف سے اسلام کے خلاف جاری تھی، اس نے نیا رنگ بدلا ہے لیکن خباثت وہی ہے اور دشمنی وہی ہے چنانچہ اس پہلو سے جب ہم اس دور کے پس منظر پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کئی سو سال تک مغربی دنیا میں مستشرقین زیادہ تر وہی لوگ تھے جو عیسائی پادری تھے اور عیسائی مذہب سے ان کا براہ راست ایک خاص تعلق

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر نگران بورڈ بدر قادیان۔

تعلق تھا۔ اس دور میں اسلام کے خلاف جو کچھ بھی لکھا گیا وہ ننگے حملے تھے، بڑے گندے تھے لیکن ننگے اور واضح اور کھلے حملے تھے اور ان کا طریق کار یہ تھا کہ کمزور ترین روایات، جو مسلمانوں کی ہی کتب میں موجود ہیں، ان کو اٹھا کر ان کو واقعاتی صورت میں پیش کیا جائے اور یہ تأثر دیا جائے کہ ہم محققین ہیں۔ اپنی طرف سے ہم اسلام کے خلاف کوئی بات نہ کہتے ہیں، نہ اس کو تعلیمی روایات کے مطابق سمجھتے ہیں یا تصدیقی روایات کے مطابق سمجھتے ہیں۔ اس لئے جو کچھ بھی انہوں نے لکھا، اس کی بنیادیں انہوں نے اسلامی لٹریچر میں سے تلاش کیں۔

مؤرخین میں سے واقدی ان کا بہت مرغوب ہوا۔

اسی طرح طبری نے بے احتیاطی سے جو بعض لغو اور بیہودہ روایتیں اکٹھی کیں، ان پر انہوں نے بناء کی اور مغربی دنیا کے سامنے یہ تأثر پیش کیا کہ دیکھو مسلمان مصنفین جو بڑے رتبے اور اعلیٰ مقام کے مصنفین ہیں جن کا اسلامی دنیا میں وقار ہے، ان کی کتابوں سے ہم یہ حوالے پیش کر رہے ہیں اس لئے یہ ہے حقیقی تحقیق، اصل تحقیق اور یہی اسلام کی صورت ہے جو ابھر رہی ہے۔ جو بددیانتی انہوں نے کی وہ یہ کہ

اس سے قوی تر روایات

زیادہ مستند کتب میں ایسی موجود تھیں جو ان لغو روایات کو کلیۃً رد کرتی تھیں۔ قرآن کریم کی تعلیم اور قرآن کریم میں واضح نصوص اور آیات ایسی موجود تھیں جن کی روشنی میں کوئی دیانتدار محقق ان بیہودہ اور لغو روایات کو نگاہ میں نہیں لا سکتا تھا جو سینکڑوں سال کے بعد اکٹھی ہوئیں اور جن کے اکثر راوی بالکل جھوٹے تھے اور اسلامی محققین نے اسماء الرجال کے سلسلے میں جو تحقیقات کیں، اس میں ان کا جھوٹ، ان کا خبیث، ان کا منافق ہونا اور ان کا بدکار ہونا، اس قسم کی بہت سی باتیں ان کتب میں موجود تھیں جو یہ پڑھتے تھے اور جانتے تھے کیونکہ بڑے بڑے لائق اور قابل آدمی اس پہلو سے موجود تھے کہ انہوں نے اسلامی کتب کی خوب ورق گردانی کی لیکن وہی چیز چنی جو اسلام کے خلاف حملے کے طور پر استعمال ہو سکتی تھی اور بظاہر دیانتداری کا ایک لبادہ اوڑھا لیکن درحقیقت یہ ایک انتہائی

بددیانت تصنیفی کوشش

تھی جس کو انہوں نے ظاہری طور پر غیر جانبدار تحقیق کی ملمع کاری کے اندر پیش کیا۔ پھر وہ دور بدلا، جیسا کہ میں نے گزشتہ بعض خطبات میں بھی بیان کیا تھا۔ ۱۹۸۲ء میں جب میں انگلستان میں آیا ہوں تو میں نے اس مضمون پر روشنی ڈالی تھی کہ محققین نے پھر اسلامی دنیا کی بڑھتی ہوئی طاقت کے پیش نظر اپنی پالیسی تبدیل کر لی اور چھپے ہوئے اور دبے ہوئے حملے کرنے شروع کئے اور زیادہ تر ان مسائل کو اچھالا جن مسائل کو اچھالنے میں اسلامی ریاستیں یہ سمجھتی تھیں کہ یہ ہماری تائید کی جا رہی ہے۔ مثلاً

قتل مرتد

میں بڑی شدت کے ساتھ ان لوگوں کی تائید کی، جو کسی بزرگ کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرتا ہے اس کو قتل کر دینا چاہیئے اور حوصلہ مخالفت کے مقابل پر نہیں دکھانا چاہیئے۔ یہ وہ چند باتیں ہیں بنیادی طور پر یعنی حوصلہ کی کمی، برداشت کی کمی اور غیرت کا غلط تصور اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا اور ہر قسم کی مخالفانہ رائے کو شدت کے ساتھ کچلنے کی کوشش کرنا۔ یہ وہ بنیادی باتیں ہیں جن پر انہوں نے زور دیا اور یہ ثابت کیا کہ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے اور

چونکہ اس زمانہ کی بعض مسلمان ریاستوں کو اپنے ملک میں جبر و تشدد کے لئے اس قسم کی اسلامی سندات درکار تھیں اور وہ یہی چاہتے تھے کہ اسلام کو اس رنگ میں پیش کیا جائے، جس کے نتیجے میں ان کا استبداد ان دائروں میں مکمل ہو جائے۔ جن میں وہ حکومت کرتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے ان چیزوں کو اپنی تائید میں سمجھا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دور میں ہم پر جو عظیم الشان احسان کیا ہے وہ بہت دائروں پر پھیلا ہوا ہے لیکن یہ دائرہ خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ تمام ایسی غلط روایات کو تحقیقی طور پر رد فرمایا جن کے نتیجے میں اسلام کی تصویر ایک بھیانک مذہب کے طور پر دنیا میں ابھر رہی تھی اور ایسی تعلیم کے طور پر پیش کیا جو پاک فطری تعلیم تھی، جو دلوں میں اپنے ذاتی حسن کی وجہ سے خود بخود جاذب ہونے اور دلوں کو قائل کر لینے کی اہلیت رکھتی تھی۔ اس پر سب دنیا میں **علماء نے شور مچایا اور مخالفین نے احمدیت کے خلاف مہمات شروع کیں کہ یہ اسلام کو بگاڑ کر پیش کر رہے ہیں۔ سلمان رشدی کی کتاب میں جو کچھ لیا گیا ہے وہ انہی روایات سے لیا گیا ہے جن کو احمدیت نے رد کیا تھا اور اس جرم میں احمدیوں کے خلاف شدید تحریکات چلائی گئیں اور اس کے مقابل پر ان لغو اور بیہودہ روایات کو تسلیم کر لیا گیا۔** ان روایات پر بناء کر کے اس نے ایک ناول لکھا اور زبان نہایت غلیظ اور بازاری اور سوقیانہ، ایسی غلیظ زبان کہ جو ہماری بعض گلیوں میں بداخلاق بچے روزمرہ گندی زبان استعمال کرتے ہیں۔ اس سے ملتی جلتی زبان ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق، آپ کی ازواج کے متعلق اور دیگر بزرگوں کے متعلق استعمال کی گئی۔

مجھے پہلی دفعہ اس کتاب کی طرف متوجہ کیا گیا تو مجھ میں یہ تو طاقت نہیں تھی کہ ساری کتاب کا مطالعہ کر سکتا لیکن بعض متفرق احمدی دوستوں کو میں نے اس کام پر مقرر کیا کہ وہ ایسے خاص پیراگراف ایسے خاص حصے کتاب کے نمایاں کر کے نشان لگا کر میرے سامنے پیش کریں جن سے پتہ چلے کہ یہ کیا کہنا چاہتا ہے، کیوں کہنا چاہتا ہے اور اس کتاب کے پس منظر میں کوئی سازش ہے یا کوئی انفرادی کوشش ہے۔ ان حصوں کا مطالعہ بھی ایک روحانی عذاب تھا لیکن ان کے مطالعہ سے مجھے یہ بات سمجھ آئی کہ یہ کتاب ایک شخص کی انفرادی کوشش کا نتیجہ یقیناً نہیں۔ سلمان رشدی جیسا شخص جس کا مذہب سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں جو ایک دہریانہ ماحول میں پیدا ہوا اسی ماحول میں اس نے پرورش پائی اور پھر انگلستان میں کم عمری میں ایسی عمر میں آیا جب یہ دنیا کی بیہودگیوں اور لذتوں میں پوری طرح ملوث ہو گیا۔ مذہب سے اس کا کوئی رشتہ، کوئی تعلق نہیں۔ وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ

مجھے مذہب کے متعلق کوئی ذاتی علم نہیں

اس کا اس باریکی کے ساتھ سارے وہ نکات تلاش کرنا جو عیسائی دشمنان اسلام خصوصیت کے ساتھ اسلام پر حملے کے لئے

لئے استعمال کیا کرتے تھے۔ یہ کوئی انفرادی اتفاقی واقعہ نہیں۔ اس سارے زہر کا نچوڑ اس کتاب میں اکٹھا کیا گیا ہے جو گذشتہ کئی صدیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ سارا زہر نہیں تو اس میں سے وہ حصے خصوصیت کے ساتھ جو آج کے مغربی مزاج کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں چونکہ فحشاء یہاں عام ہے اور اس کے نتیجے میں جنسی مضمون سے تعلق رکھنے والی کتابیں یہاں زیادہ مقبولیت اختیار کرتی جاتی ہیں۔ اس لئے بعض قسم کی روایات پر بناء کرکے اس نے اس کتاب کو ایک نہایت گندی جنسی جذبات ابھارنے والی کتاب یا جنسی جذبات کو بعض مقدس لوگوں کی طرف منسوب کرتے ہوئے تصنیف کیا اور رنگ یہ دیا کہ گویا یہ کہانی ہے۔

بہت سے تبصرے اس پر ہوئے ہیں لیکن ان تبصروں کی تفصیل میں تو میں یہاں نہیں جاؤں گا۔ بعض باتیں اس ضمن میں میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ ایک بات خصوصیت کے ساتھ نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ یہ کتاب سلمان رشدی کی یقیناً نہیں، اس نے اپنے ایمان کا تو نہیں کیونکہ ایمان اُس کے پاس نہیں تھا،

اپنی روح کا سودا کیا ہے

اور کسی امیر سوسائٹی نے اس کو روپیہ دے کر اس بات پر آمادہ کیا ہے اس کے بعض قریبی دوستوں نے اس کو مشورہ بھی دیا کہ یہ بہت خطرناک بات ہے اور تم اس میں ملوث نہ ہو اور بعض ٹیلی ویژن پروگراموں میں ان کا ذکر بھی آیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ روپیہ اتنا زیادہ تھا کہ وہ اس کو رد نہیں کر سکا اور چونکہ خود ایک بے دین اور لا مذہب انسان تھا اور خود اپنی ذاتی زندگی اس قسم کی نہیں تھی کہ جس میں انسان نفاست اور شرافت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھے اس لئے بالکل بے باک ہو گیا اور معلوم ہوتا ہے کہ یہی اس کو کہا گیا تھا کہ ایسی کتاب لکھو جو انتہائی بے باکی کے ساتھ مغربی دنیا پر سے اسلام کا ہر قسم کا اچھا تصور مٹا دے اور یہ جو دوبارہ اسلام کا عروج ہو رہا ہے اور اسلام طاقت پکڑ رہا ہے اس کو اس قسم کے لٹریچر کے ذریعہ کلیتہً مغربی اثرات سے زائل کر دیا جائے، مٹا دیا جائے اور اسلام کا وہ بھیانک تصور جو گذشتہ صدیوں میں پایا جاتا تھا۔ وہ پوری قوت کے ساتھ دوبارہ واپس آجائے اور اسی تصور کے نتیجے میں پھر ہم اسلام کی وہ کوششیں جو یورپ اور مغرب کو اسلام کی طرف مائل کرنے کی ہو رہی ہیں، ان کو ناکام اور نامراد کر دیں۔ یہ سازش کا پس منظر معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً ایک بات ایسی ہے جو اس قسم کے مصنف کے ذہن میں از خود آ ہی نہیں سکتی، جو ایسی بات ہے جس کا عیسائیت اور اسلام کے دلائل کے مقابل میں اس کو ایک بنیادی اہمیت حاصل ہے اور اس کا آغاز حضرت اقدس اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے ہوتا ہے۔

مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ مؤقف رہا ہے کہ چونکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

اس لئے وہ روحانی ورثہ جس کی ابراہیم کو خوشخبری دی گئی تھی اُس ورثے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وسلم بھی اسی طرح شامل ہیں اور آپ کے متعلق جو مبارک پیشگوئیاں بائیبل میں موجود ہیں ان کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے۔ یہ مؤقف ہے جو مسلمان ہمیشہ سے، آغاز اسلام سے لیکر اب تک پیش کرتے رہے ہیں۔ اس پر عیسائیوں نے بارہا یہ کوشش کی یعنی اپنے دلائل میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت ہاجرہ چونکہ باقاعدہ منکوحہ بیوی نہیں تھیں اور ایک لونڈی تھیں جن سے ازدواجی تعلقات کی حضرت سارہ نے ان کو اجازت دے دی تھی۔ اس لئے یہ اولاد جائز اولاد نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو اس نوعیت کی جائز اولاد نہیں کہ وہ روحانی ورثہ پا سکے۔ یہ بحث ہے

جو بڑے لمبے عرصے سے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان چلتی چلی آئی ہے اور

خصوصیت کیساتھ احمدی لٹریچر نے جس کا نوٹس لیا

اور نہایت قطعی اور منضبوط دلائل سے ہمیشہ عیسائی پادریوں اور محققین کے منہ بند کئے ہیں کہ ان کی اس دلیل میں کوئی جان، کوئی قوت نہیں محض ایک بیہودہ سرائی ہے اس سے بڑھ کر اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اب یہ شخص سلمان رشدی دہریہ بھی ہو لیکن پیدائشی طور پر اس کو اسلام کا دشمن تو نہیں سمجھا جا سکتا اور اتنا گہرا مطالعہ اس کا کہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان وہ بنیادی چیزیں کون سی ہیں جن پر اسلام اور عیسائیت کے دلائل کی فتح و شکست کا انحصار ہے۔ یہ ایسے شخص سے توقع نہیں رکھی جا سکتی اور یہ خود تسلیم کرتا ہے کہ اس کا کوئی ایسا مطالعہ نہیں۔ چنانچہ اپنے مطالعہ کی بنیاد کے طور پر

طبری کو پیش کرتا ہے۔

اور طبری میں تو ایسا کوئی ذکر نہیں تو یقیناً ایسے عیسائی گروہوں کی طرف سے اس کتاب کا مواد اس کو مہیا کیا گیا ہے جو اسلام کی جڑوں پر اس دور تک حملہ کرنا چاہتے ہیں کہ جو تاریخ میں بہت دور تک گہری دبی ہوئی ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے تک وہ اتر جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت اسماعیل کے متعلق وہ بات اس طرح شروع کرتا ہے کہ ناجائز اولاد کہتا ہے اور پھر نہایت ہی غلیظ ناقابل برداشت لفظ ان کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اگر لا مذہب آدمی ہو تو دوسرے انبیاء پر بھی حملے کرتا لیکن اس کے حملے خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وسلم کے آباء و اجداد پر اور ان بزرگوں پر ہیں جن کی اسلام میں خاص اہمیت ہے لیکن آگے جا کر جب صحابہ کے دور میں اس کے حملے کا میں نے جائزہ لیا تو یہ ایک عجیب بات سامنے آئی کہ امہات المؤمنین پر حملے تو سمجھ آتے ہیں۔ یہ خبیث لوگ ہمیشہ اس طرح کرتے چلے آئے ہیں لیکن

حضرت سلمان فارسی کو کیوں خاص طور پر اپنی خباثت کا نشانہ بنایا گیا۔

اس وقت یہ دوسرا نکتہ سمجھ آیا کہ چونکہ ایران کے ساتھ آج کل ان قوموں کی بے انتہا دشمنی چل رہی ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ ایران شکست کھا گیا ہے لیکن اس نے مغرب کی بالا دستی کو تسلیم نہیں کیا۔ چاہے احمقانہ طور پر جذباتی حملے کئے ہوں، اپنا نقصان کیا ہو، خودکشی کی ہو لیکن جوش مارنے سے باز نہیں آیا اور مغرب کے سامنے اپنا سر نہیں جھکایا۔ یہ چیز ان کی آنا پر ایسے عذاب کا موجب بنی ہوئی ہے کہ ہر دوسری چیز کو معاف کر سکتے ہیں لیکن معاف نہیں کر سکتے اور ایرانی کو معاف نہیں کر سکتے۔ اس لئے چونکہ حضرت سلمان فارسی وہ اکیلے صحابی تھے جو ایک بہت صاحب عظمت تھے اور ایرانی تھے۔ اس لئے ان پر حملے سے یہ سکیم بنانے والے کے ذہن میں یہ بات تھی کہ یہ حملہ جو ہے یہ ایران کو تکلیف پہنچائے گا اور اس کو خاص طور پر چوٹ لگے گی اور ایسا ہی ہوا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بھی حملہ ہے لیکن وہ جانتے تھے کہ یہ حملہ شیعوں کو تکلیف نہ پہنچا سکے۔ اس لئے دوسرا آدمی سلمان فارسی چنا گیا ہے۔ ابوبکرؓ بھی چنے جا سکتے تھے، عمرؓ بھی چنے جا سکتے تھے، عثمانؓ اور علیؓ بھی چنے جا سکتے تھے۔ ان سب کو چھوڑ کر سلمان فارسی کا انتخاب بتاتا ہے کہ یہ ساری کتاب ایک گہری سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے اور بڑی باریک بینی کے ساتھ یہ ایک ایسا منصوبہ تیار کیا گیا ہے جو وہاں وہاں چوٹ لگاتا ہے جہاں یہ چوٹ لگانا مقصود ہے۔ لیکن

یہ کتاب جو غلاظت کی ایک پوٹ ہے

یہ محض ایک غلاظت کی پوٹ نہیں بلکہ نت نئے کے ساتھ یہ غلاظت مقدس چہروں پر ماری گئی ہے اور اس ارادے کے ساتھ پھینکی گئی ہے کہ کثرت کے ساتھ اہل اسلام کے دل دکھیں اور وہ بے چین اور بے قرار ہوں اور کچھ نہ کرسکیں۔ اس کا ایک ایرانی پس منظر بھی ہے اور کچھ یہ بھی کہ گذشتہ کم سے کم قریباً ۱۵، ۲۰ سال سے مغربی ملکوں نے ایک دوغلی پالیسی اختیار کی ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان مسلمان ممالک کے دوست ہیں اور ان کو تقویت پہنچاتے ہیں جو اسلام کے متعلق ایسے متشددانہ رویے رکھتے ہیں اور جبر اور استبداد کی تعلیم کے قائل ہیں۔ یہ اس لئے کہ اپنے ملکوں میں وہ اسلامی نظریہ کا سہارا لیکر اشتراکیت کو کچلیں اور مغربی دشمن طاقتوں کو بھی اسی تلوار سے کچلیں، قتل کریں اور ختم کریں یہ ان کا منصوبہ ہے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب وہ اپنے ممالک میں اسلام کے نام پر مظالم کریں تو مغربی دنیا میں ان مظالم کو اچھالا جائے اور اسلام کی ایک نہایت بھیانک تصویر پیش کی جائے پس جہاں ایک طرف سعودی عرب کو پوری امریکہ کی حمایت حاصل رہی وہاں

سعودی حکومت

نے جب ایک شہزادی کو ایک فحاشی کے الزام میں قتل کروایا تو اس کی نہایت ہی مبالغہ آمیز اور خوفناک تصویریں اور فلمیں بنا کر ساری دنیا میں پیش کی گئیں اور سعودی عرب نے اس کے خلاف بڑا شدید احتجاج کیا۔ اسی طرح امریکن اخبار سعودی کردار پر حملہ کرنے سے کبھی بھی باز نہیں آئے اور وہ ساری باتیں وہ تھیں جن کے اوپر امریکہ کی حکومت کی پوری چھتری تھی اور پوری طرح اس کی پشت پناہی حاصل تھی اسی لئے یہ ان کے لئے ایک مسئلہ بن گیا کہ وہ حکومتیں جو اسلام کے نام پر جبر کرتی ہیں اور جن کی پوری سرپرستی مغرب کو حاصل ہے ان کی جبر کی عادتیں یا رجحانات اگر اچھل کے مغربی دنیا میں آئیں تو پھر ہم کیا کریں گے چنانچہ ایک طرف ان خوفناک طاقتوں کو تقویت دے کر اور نیا خون دے کر ابھارنے کی کوشش کرتے رہے دوسری طرف مغرب میں ان کو بدنام کرتے رہے اور یہ چاہتے تھے کہ اسلام کا جبر اور تشدد عالم اسلام کے خلاف تو استعمال ہو لیکن غیر اسلامی دنیا کی طرف اس کا رجحان نہ ہو۔ خمینی نے اس رجحان کو پلٹنے کی کوشش کی لیکن بدقسمتی کے ساتھ وہ کوشش جس رنگ میں ہونی چاہیئے تھی اس رنگ میں نہیں کی بلکہ ایسے رنگ میں کی کہ اسلام کے لئے مزید بدنامی کا موجب بنا۔ اب سوال یہ ہے کہ خمینی کے ساتھ ہمارا کوئی نظریاتی تعلق تو نہیں ہے بلکہ مسائل پر بنیادی اختلافات ہیں اور وہ بنیادی شیعہ اصول جو ہر قسم کے شیعہ فرقوں کے اندر مشترک ہیں۔ اور شیعیت کی جان ہیں، ان میں ہم ان سے مختلف ہیں اور اہل سنت کے ساتھ ہمارا اتفاق ہے۔ اس کے باوجود تقویٰ اور سچائی کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں کوئی بات درست دیکھی جائے اس کو تسلیم کیا جائے۔

خمینی نے جو کچھ بھی کیا ہے میرا تأثر یہ ہے کہ وہ شخص انتہائی غلطی خوردہ سہی لیکن دیانتدار ہے

ہمارے نکتہ نگاہ سے اسلام کے لئے انتہائی بے وقوف سہی لیکن امام خمینی صاحب کے اندر کردار کا دوغلاپن دکھائی نہیں دیا چنانچہ ابھی ہالینڈ میں جب نیشنل پریس انٹرویو کے لئے آیا ہوا تھا انہوں نے مجھ سے اس قسم کا فقرہ کہا کہ میں کہوں کہ خمینی صاحب نے جو یہ بات اٹھائی ہے، یہ صرف سیاسی چال کے طور پر ہے

تو میں نے ان سے کہا کہ نہیں۔ ہرگز ایسی بات نہیں ہے۔ یہ آپ لوگ پروپیگنڈا کر رہے ہیں لیکن میں اسے درست نہیں سمجھتا۔ خمینی صاحب کا اسلام کا بگڑا ہوا تصور ہے اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ بڑا بھیانک تصور ہے۔ مجھے اس سے کوئی اتفاق نہیں لیکن خمینی کی شخصیت کے متعلق اب تک میں کوئی ایسی بات معلوم نہیں کر سکا جس سے میں یہ کہہ سکوں کہ امام خمینی صاحب عملاً جھوٹ بول رہے ہیں اور کہتے کچھ اور ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں جس بھیانک اسلام کو انہوں نے پیش کیا اسی پر عمل بھی کر کے دکھایا اور اس کے نتیجے میں اتنا کشت و خون ہوا۔

میں اہل مغرب کو یہ کہتا رہا ہوں کہ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ تمہیں خمینی کے خلاف کیوں تکلیف ہے۔ اصل تکلیف خمینی کے خلاف یہ نہیں ہے کہ اس نے اہل مغرب کو عملاً کوئی نقصان پہنچا دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام کے خلاف ہمیشہ سے جو یہ پھوڑے دل میں پکتے رہے ہیں کہ اسلام کو نیچا دکھایا جائے اور تیسری دنیا کے ممالک کو خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ ان کو پوری طرح اپنے استبداد کے نیچے رکھا جائے۔ اس بات کو خمینی نے الٹایا ہے اور یہ ان کی تکلیف کا اصل راز ہے ورنہ جہاں تک خمینی صاحب کے بھیانک اسلامی تصور کا تعلق ہے اس کا تمام تر نقصان اسلام کو پہنچا ہے۔ میں ان کے سامنے یہ بات بار بار پریس کانفرنس میں کھولتا رہا ہوں کہ جتنا خمینی نے آپ کو فائدہ پہنچایا ہے، بڑے ہی آپ ناشکرے ہیں جو اس بیچارے کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ وہ جنگ لڑی اور اتنے لمبا عرصہ تک لڑی جس کے نتیجے میں تمام عرب دنیا کی اور ایران کی تیل کی دولت یعنی مسلمان دنیا کی تیل کی طاقت، اس کا اکثر حصہ کہنا چاہیئے وہ بیہودہ اور ذلیل ہتھیاروں کے بدلے ان کو ملتی رہی۔ اسلامی دنیا کی تیل کی دولت مغربی دنیا کو بعض بوسیدہ اور گھٹیا ہتھیاروں کے بدلے عملاً مفت ملتی رہی ہے میں جب یہ کہتا ہوں تو علم کی بناء پر کہہ رہا ہوں۔ بہت سے ایسے ہتھیار ہیں جو ہر روز فنی ترقی کی وجہ سے پرانے ہوتے جا رہے ہیں۔ پرانے زمانوں میں پچاس سال کے بعد ایسے دور آتے تھے کہ بعض ہتھیاروں کی کھیپ پرانی ہو کر رد کر دی جایا کرتی تھی۔ اب تو بعض دفعہ ایک سال میں دو دفعہ ایسے واقعات ہو جاتے ہیں تو وہ سارے ہتھیار جو MODERN WAR FAIR کے لئے، جدید حربی فن کے لئے مد مقابل کے خلاف مؤثر طور پر استعمال نہ ہو سکتے ہوں۔ مثلاً روس نئی ایجادات کر چکا ہے اس کے لئے یہ پرانی رائفلیں کہاں کام آسکتی ہیں یا پرانے زمانے کے ٹینک کہاں کام آسکتے ہیں، پرانے زمانے کے جہاز کیسے کام آسکتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں عموماً یہ یا غرق کر دیا کرتے تھے سمندروں میں اور یا جہاں امکان موجود ہو کہ توڑ پھوڑ کر ان کو دوبارہ استعمال کیا جائے۔ اس میں کافی خرچ کر کے ان کو دوبارہ استعمال کرنا پڑتا تھا تو یہ سارا لچر ہتھیاروں کا یہ گند ان ممالک کو تیل کے بدلے بیچتے رہے۔

ان کا خمینی اتنا بڑا محسن ثابت ہوا

کہ امریکہ کا جو DEFICIT ہے، آپ جانتے ہوں گے آج کل خبریں آتی رہتی ہیں، سالانہ DEFICIT، جس کے اوپر کہتے ہیں کہ بہت ہی بڑے شمار کے اعداد و شمار ہیں وہ ۱۷۳ بلین ڈالر بنتا ہے اور یہ MIND BOGGLING یعنی دماغ کو ماؤف کرنے والی رقم ہے۔ انسان اس کا تصور نہیں کر سکتا۔ بلین کتنی بڑی رقم ہوتی ہے۔ اس کو آپ ڈالروں میں تبدیل کریں۔ ڈالروں کے پاکستانی روپے بنائیں تو کئی سڑکیں یہاں سے چاند تک اور واپسی کی بن سکتی ہیں ان روپوں سے۔ صرف ایران نے اس جنگ

میں جو روپیہ خرچ کیا ہے اور زیادہ تر مغرب سے ہتھیار خرید نے پر خرچ کیا ہے۔ اس کی مقدار ۵۰۰ بلین ہے یعنی امریکہ کے سالہا سال کے جمع شدہ خسارے کے مقابل پر دگنے سے بھی زیادہ، اڑھائی گنا کے قریب۔ یہ پیسے کہاں گئے، کن لوگوں کے پاس گئے۔ انہیں ترقی یافتہ قوموں کے پاس جنہوں نے ہتھیار دیئے اور ان ہتھیاروں سے کون مارا گیا۔ عیسائی مارے گئے یا یہودی مارے گئے یا دھریہ مارے گئے۔

سوائے مسلمانوں کے اور کوئی نہیں مارا گیا

یا سنی مسلمان مارا گیا ہے یا شیعہ مسلمان مارا گیا ہے اور اس کے مقابل پر سعودی عرب اور عراق اور دیگر ہمدرد عرب ممالک کی جو دولت اس جنگ کو سہارا دینے میں خرچ ہوئی ہے وہ سب اس کے علاوہ ہے۔ میں نہیں اندازہ لگا سکتا۔ اس کے اعداد و شمار نہیں ہیں لیکن بے انتہا روپیہ ہے اور تقریباً تمام ترتیل کی دولت ہے جو مغربی دنیا میں کوڑیوں کے بھاؤ چلی گئی۔ اب پھر یہ دشمن کس بات کے ہیں۔ مارے گئے تو مسلمان مارے گئے۔ اختلافات ہوئے تو اسلامی دنیا میں ہوئے۔ جو کچھ مظالم ہوئے وہ مسلمان نے مسلمان پر توڑے۔ ساری دنیا میں اسلام کی بدنامی کے سامان پیدا کرکے آپ کے حضور پیش کئے اور ابھی آپ کا انتقام ختم نہیں ہو رہا۔ اس لئے یہ انتقام دراصل اُس انا کے کچلنے کے نتیجے میں ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اور اس چیز کو یہ معاف نہیں کر سکتے۔

اس لئے خمینی نے جو کچھ بھی کیا ہے اس سے مجھے اختلاف ہے کیونکہ اس نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، اپنی قوم پر ظلم کیا ہے، عالم اسلام پر ظلم کیا لیکن یہ بات ضرور کہنی پڑتی ہے

کہ اس نے جو کچھ بھی سمجھا جس کو باطل سمجھا اس کے سامنے سر نہیں جھکایا اور یہ وہ تکلیف ہے جو اس شدت کے ساتھ شاید صدیوں میں ان کو کبھی محسوس نہ ہوئی ہو جیسی اب محسوس ہوئی ہے۔ اس لئے ان کو یہ معاف کرنے کے لئے تیار نہیں۔ چنانچہ جب خمینی صاحب نے اس خبیثانہ کتاب کے اوپر سلمان رشدی کے قتل کا حکم جاری کیا تو ان کا ردّ عمل غیر متوازن اور نہایت ہی شدید تھا۔

ایک تو اسلام کو دوبارہ بدنام کرنے کا موقعہ ان کے ہاتھ آگیا

لیکن اس سے قطع نظر انہوں نے ساری دنیا میں شور مچایا کہ انسان کی تقریر کی آزادی کا حق تہذیب نو کی اتنی بڑی عظمت ہے کہ ہم اس پر حملہ برداشت نہیں کر سکتے کون ہوتا ہے زبان کے چرکوں کے نتیجے میں جسم کے چرکے لگانے والا اور پھر اعلان کر رہا ہے ہمارے ملک کے ایک باشندے کے خلاف۔ اب سلمان رشدی کے حق میں اتنا شدید ردّ عمل کہ اچانک سارا یورپ متحد ہو جائے اور امریکہ کی پوری طاقت بھی اس کی پشت پناہی کرنے لگے اور اپنے سیاسی سفارت کار ان ملکوں سے اچانک بلالیں اور ان کے سفارت کار بھجوا دیں۔

سوچنے والی بات ہے۔ کونسی اس بات میں معقولیت ہے جبکہ خود ان کے اپنے ملک میں احمدیوں کے خلاف قتل کے اعلانات کیئے گئے۔ اخباروں میں چھپے اور میرے سر کی ۵۰ ہزار پاؤنڈ قیمت ڈالی گئی اور ان کے کانوں پہ جوں تک نہیں رینگی۔ ابھی حال ہی میں

ایک SO CALLED عالم صاحب یعنی جو دنیا میں عالم کہلاتے ہیں، وہ تشریف لائے اور انہوں نے بیان دیا کہ ہر احمدی واجب القتل ہے۔ اس لئے ان کا صرف یہی علاج ہے کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ اخبار میں وہ خبر شائع ہوئی کسی احمدی نے HOME OFFICE کو بھجوائی۔ ان کی طرف سے جواب آیا کہ ابھی تک ہم اس بارہ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ آیا کوئی جرم انہوں نے کیا ہے یا نہیں کیا

جس قوم کے ان اعلانات پر یہ ردّ عمل ہوں جو ان کے ملک میں ایک آدمی کے خلاف نہیں بلکہ ایک پوری جماعت کے خلاف دیئے جارہے ہیں جو معصوم ہے جس نے کوئی بدی نہیں کی، کوئی قانون نہیں توڑا کسی کا دل نہیں دکھایا۔ ان کا ردّ عمل خمینی کے متعلق اتنا شدید کہ اس نے قتل کا فتویٰ دے دیا ہے۔ صاف بتا رہا ہے کہ سیاست کھیلی جارہی ہے۔ اس میں اخلاقیات والا حصہ اور ضمیر کی آزادی والا حصہ محض ایک دکھاوا ہے۔ کچھ انتقامات ہیں کچھ پرانے جذبے اسلام کے خلاف ہیں۔ کچھ نفرتیں ہیں جو نئی شکل میں سر اٹھاتی رہتی ہیں اور اب اس شکل میں پرانی دیرینہ نفرت نے سر اٹھایا ہے اور خمینی صاحب اس کو انگیخت کرنے میں ایک ذریعہ بن گئے۔

قرآن کریم دفاع کی نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ ہر مسلمان پر واجب قرار دیتا ہے اور ہر سرحد پر گھوڑے باندھنے کی تلقین کرتا ہے۔ خواہ وہ نظریاتی سرحد ہو خواہ وہ جغرافیائی سرحد ہو۔ لیکن اسلام بعض قسم کی جوابی کارروائیوں کی اجازت نہیں دیتا اور بعض قسم کے حملوں کی اجازت نہیں دیتا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کے بزرگوں کے اوپر حملہ کیا جائے۔ کسی کا دل دکھایا جائے۔ چنانچہ وہ آیت جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے یہ اعلیٰ اسلامی تعلیم ہے۔ فرمایا

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

یعنی آزادی تقریر اپنی جگہ ہے۔ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کا حکم اپنی جگہ ہے لیکن اسلام مسلمان کی زبان پر پابندی لگا رہا ہے اور غیروں پر حملے کرنے کے لحاظ سے پابندی لگا رہا ہے۔ اس مذہب کو یہ ایک آمرانہ اور بہیمانہ مذہب کے طور پہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ کوئی شرم، کوئی اخلاقی اقدار کا ان کو خیال تک نہیں ہے۔ ان کے مستشرق جو واقعتہً اسلام کے نقلی علوم پر دسترس رکھتے ہیں ان کے سامنے یہ ساری باتیں موجود ہیں۔ قرآن جانتے ہیں۔ قرآن کے تراجم ان لوگوں نے کئے ہوئے ہیں لیکن اس آیت کو یہ کبھی اسلام کے دفاع میں پیش نہیں کریں گے۔

سوال یہ ہے کہ آزادئ ضمیر کا حق سب سے زیادہ اسلام نے قائم کیا ہے اور آزادیٔ تقریر کا حق بھی اسلام بڑی شان کے ساتھ مسلمانوں کو اور ساری دنیا کو دیتا ہے۔

لیکن بعض جگہ شرافت کی حدود شروع ہو جاتی ہیں۔ ان حدود میں آزادی کے نام پر داخل ہونے کی اسلام اجازت نہیں دیتا اور تعلیم ایسے خوبصورت رنگ میں پیش کرتا ہے کہ غیروں کو نہیں روکتا کہ تم حملے نہ کرو بلکہ مسلمانوں کو روکتا ہے کہ تم غیروں کے مقدس لوگوں پر حملے نہ کرو۔ اس تعلیم کو اگر مسلمان

حملا کسی نے اپنایا ہوتا تو کبھی یہاں تک نوبت نہ پہنچ سکتی۔ اگر پہنچتی بھی تو دنیا کے منہ پر وہ یہ باتیں مار سکتے تھے کہ ہم تو تمہارے مقدس بزرگوں کی عزت کی حفاظت کرتے ہیں ان کی بھی حفاظت کرتے ہیں جن کو ہم سچا سمجھتے ہیں، وہ تو ہم نے کرنی ہی تھی لیکن ان کی بھی کرتے ہیں جن کو ہم سچا نہیں سمجھتے اور غیر مذاہب کے سینکڑوں ایسے بزرگ ہیں جن کی

احمدیت کی نظر میں تو اس وجہ سے عزت ہے کہ ہم عمومی اسلامی تعلیم کی رُو سے ان کو سچا سمجھتے ہیں لیکن مسلمانوں کے اکثر فرقے ان کو جھوٹا سمجھتے ہیں

اور بعض دفعہ ان کے لئے عزت کا لفظ بھی برداشت نہیں کر سکتے اس قرآنی تعلیم کی رُو سے جن کو وہ جھوٹا سمجھتے تھے، اُن کی عزتوں کی حفاظت کرتے کیونکہ قرآن کریم نے تو یہاں تک فرمایا کہ جھوٹے خداؤں کو بھی گالیاں نہ دو۔ اس سے زیادہ برتر اور کیا تصور ہو سکتا ہے۔

مذہب کے بزرگوں کی عزت کرنا تو اس کے نیچے ہے جھوٹے خداؤں کو بھی گالیاں نہیں دینی۔ فرمایا اگر ایسا کرو گے تو پھر اگر انہوں نے تمہارے خلاف گالیاں دیں تو پھر تمہیں اعتراض کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ پھر اگر انہوں نے تمہارے خدا کو تمہارے بزرگوں کو گالیاں دیں تو تم نے خود ان کو دعوت دی ہوگی کہ آؤ اور ایسا کرو تو کتنی حسین تعلیم ہے اسلام کی جو ضمیر کو آزاد بھی کرتی ہے لیکن بھٹکنے سے بھی روکتی ہے۔

اب اہلِ مغرب نے اپنے دفاع کا جو طریق اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ تقریر پر کسی قیمت میں حملہ نہیں ہونے دیں گے اور کہتے ہیں کہ سلمان رشدی نے جو کچھ لکھا ہے۔ ہم اس میں اس لئے دخل نہیں دے سکتے کہ ہمارے ملک میں آزادی تقریر ہے۔ تمہارے ملک میں بد تہذیبیاں ہیں، جہالتیں ہیں، تعصبات ہیں۔ تمہارا مذہب ایسا ہے کہ جو دوسرے کی زبان بندی کرتا ہے۔ اس لئے تم لوگ یہ سمجھ نہیں سکتے کہ انسانی ضمیر کی آزادی کہتے کسے ہیں۔ ہمیں دیکھو، ہم ان قدروں کے علمبردار بنے ہوئے ہیں جن قدروں کا حقیقی اور سچا علمبردار اسلام تھا، ان قدروں کی غلط صورتوں کے یہ علمبردار بنے اور اپنے آپ کو دنیا کی عظیم ترین تہذیب کا محافظ اور پیغامبر بنائے ہوئے ہیں، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جس چیز کی یہ حفاظت کر رہے ہیں وہ اس کے بالکل برعکس ہے جو اسلام نے تعلیم دی تھی۔ اب تجزیہ کر کے دیکھیں کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اے مسلمانوں! تم دوسروں کے بزرگوں کو خواہ وہ سو فیصدی جھوٹے ہوں بُرا بھلا نہ کہو۔ اور اس میں ہم تمہیں آزادی نہیں دیتے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں آزادی کا تصور یہ ہے کہ دوسروں کے بزرگوں کو خواہ وہ کروڑہا کروڑ انسانوں کے نزدیک صاحبِ عظمت ہوں، بُرا بھلا کہو اور نہایت غلیظ زبان میں بُرا بھلا کہو اور یہ ہے آزادیٔ ضمیر کا تصور اور یہ ہے انسانی آزادی کا تصور۔ کیا دوسرا طرف، ضمیر کوئی نہیں ہے؟ کیا زبان کو آزادی ہے اور کانوں کی آزادی نہیں ہے۔ کیا زبان کا حق ہے اور کان کا نہیں۔ کیا یہ حقوق ایک سمت سے دوسری سمت میں روانہ ہوتے ہیں اور دوسری سمت کا کوئی بھی خیال تمہیں نہیں ہے؟

یہ عدم توازن ہے جس کو مسلمانوں کو کھول کر ان کے سامنے پیش کرنا چاہیئے اور پھر یہاں بھی ایک دو غلاپن ہے۔ ایک تضاد ہے ان کے اپنے عمل میں BLASPHAMY کا ایک قانون ہے جو اس ملک میں رائج ہے لیکن وہ صرف عیسائیت کے لئے ہے۔ اب دیکھیں یہاں بھی اسلام اور عیسائیت کا کتنا نمایاں فرق ظاہر ہو کر سامنے آتا ہے۔ ان کا جو قانون ہے وہ یہ ہے اور اس کو JUDGE MADE LAW کہتے ہیں یعنی پارلیمنٹ نے تو یہ قانون نہیں بنایا مگر روایتاً چلا آرہا ہے جس کو عدالتوں نے تقویت دی اور اس کی توثیق کی۔ وہ قانون یہ ہے کہ عیسائیت کے خلاف اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف کوئی ایسی زبان برداشت نہیں کی جائیگی جو

تضحیک کا رنگ رکھتی ہو، تذلیل کا رنگ رکھتی ہو

اس میں فاسقانہ لفظ استعمال کئے گئے ہوں تو وہاں آزادیٔ ضمیر کہاں گئی اور وہاں آزادیٔ تقریر کہاں چلی گئی۔ اپنے ملک میں قانون رائج ہے، موجود ہے اُسے ایک طرف چھپائے ہوئے ہیں۔ اسلام یہ قانون دے رہا ہے کہ تم نے دوسرے مذہبوں کی عزت کرنی ہے اور خبردار جو اس قانون کو پامال کیا اور اس مذہب کو کہتے ہیں بہت ہی تنگ نظر اور جاہلانہ اور فرسودہ مذہب ہے اور ان کے ہاں صرف اپنے بزرگوں کی حفاظت کا قانون ہے اور جب ان سے کہا جائے کہ دوسرے بزرگوں کی عزت کرو تو کہتے ہیں یہ آزادیٔ ضمیر، آزادیٔ تقریر کے مخالف بات ہے

مجھ سے جب پریس انٹرویو ہوئے، کچھ یہاں بھی تو بعض معززین کی دعوت میں سوال ہوا تھا۔ ہالینڈ میں کئی پریس انٹرویوز ہوئے، ان کے سامنے میں نے یہ مسئلہ رکھا۔ میں نے کہا آزادیٔ تقریر اپنی جگہ درست ہے لیکن یورپ کے سیاستدان کا عمل بتا رہا ہے کہ یہ بے محابا نہیں ہے اور بے حد نہیں ہے۔ جب آزادیٔ ضمیر بعض حصوں میں، بعض سرحدوں سے گذرنے کی کوشش کرتی ہے تو آپ اس پر قدغن لگاتے ہیں۔ اس کی راہ روک کے کھڑے ہو جاتے ہیں چنانچہ میں نے کہا جس انگلستان میں آج کل شدت کے ساتھ سلمان رشدی کی کتاب کی تائید میں باتیں ہو رہی ہیں اور

آزادیٔ تقریر کے نام پر ہو رہی ہیں

وہاں کی پارلیمنٹ میں، اگر مسز تھیچر یا اور پارلیمنٹ کے ممبروں کے خلاف ویسی ہی خبیثانہ زبان استعمال کی جائے جیسی اس کتاب کے مصنف نے دنیا کے مقدس ترین بزرگوں کے متعلق استعمال کی ہے تو کیا آزادیٔ تقریر کے نام پر آپ یہ زبان برداشت کریں گے۔ کیا انگلستان کی پارلیمنٹ اس کی اجازت دے گی۔ ایسے شخص کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے گندے الفاظ خود کھا جائے ورنہ اُسے اٹھا کے ایوان سے باہر پھینک دیا جائے گا تو وہاں آزادیٔ تقریر کا حق کیوں یاد نہیں آتا۔ اس لئے کہ آپ کی عقل آپ کو بتاتی ہے کہ

آزادیٔ تقریر کا حق غیر محدود نہیں ہو سکتا۔ بعض دائروں میں اسے محدود کرنا ہوگا اور اسمبلی کا دائرہ ان دائروں میں سے ایک ہے۔ مذہب کا دائرہ اس سے زیادہ حقدار ہے کہ وہاں اس حق کو اس حد تک محدود کیا جائے کہ کسی پر ظالمانہ چیرکے نہ لگائے جائیں۔ پس یہ جھوٹ ہے کہ آزادیٔ ضمیر کی اور آزادیٔ تقریر کی حفاظت کی جا رہی ہے۔

نتیجہ یہ ہے یہ لوگ بہت خوش ہیں کہ ہمیں عالم اسلام سے بدلہ لینے کا خوب موقعہ ملا ہے اور ان کو دکھ پہنچانے کا اور تہذیب کے نام پر کسی کو دکھ نہیں دینا۔ یہ کوئی ایسا موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جس سے عالم اسلام کو دکھ پہنچے۔

ایک پہلو تو اس کا یہ ہے جو آپ کے پیش نظر رہنا چاہیئے دوسرا پہلو یہ ہے کہ ان میں سے بہت سے لوگ ہیں جو اس صورت حال کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ مسلمانوں کو یہ چاہیئے تھا کہ ایسے لوگوں کو سمجھانے کے لئے ایسے کثرت کے ساتھ مضامین لکھتے اور صورت حال کو واضح کرتے اور یہ جو درمیانی طبقہ ہے، لاعلم طبقہ، یہ اس جھوٹے پروپیگنڈے کی لپیٹ میں کلیۃً آچکا ہے۔ یہ اس لئے ان باتوں کو نہیں سمجھتے کہ ایک تو جیسا کہ میں نے بیان کیا۔ آزادی تقریر کا تصور غلط رنگ میں ان کے سامنے رکھا گیا ہے۔ دوسرے دیکر دنیا اس وقت مغربی قوموں میں جاگزیں ہو چکی ہیں، گہرے طور پر ان میں جڑیں پکڑ چکی ہیں۔ ایک بے حیائی اور دوسرے مذہب سے دوری چنانچہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی بعض دفعہ اتنی ایسی لغو باتیں چھپ جاتی ہیں کہ کوئی غیر متمدن عیسائی دراصل اس کو برداشت نہیں کر سکتا لیکن غیرت اگر کم ہو جائے تو کیا کیا جائے۔ مسلمان تکلیف اٹھاتے ہیں۔

احمدی مسلمان کی حیثیت سے تکلیف اٹھاتے ہیں

کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی ناولوں میں بھی گالیاں دی جاتی ہیں تو ان کا تصور بگڑا ہوا ہے اور پھر جنسیات نے اتنا قبضہ کر لیا ہے ان کے دماغ پر کہ یہ سمجھتے ہیں کہ ناول میں جنسی چٹکلے چھوڑنا ضروری ہو گیا ہے، اس کے بغیر تو ناول مزیدار ہو ہی نہیں سکتا تو جہاں تقدس کا تصور مٹ چکا ہو۔ جہاں جنسیات قوم کے مزاج پر غالب آچکی ہو۔ وہاں ایسی کتاب جس میں مقدس ہستیوں پر حملہ کیا گیا ہے اور جنسی پہلو سے حملہ کیا گیا ہے، وہ ان کے نزدیک ایک دلچسپ ناول ہے اس سے زیادہ کچھ بھی حیثیت نہیں۔ ان کو بتانا چاہیئے کہ مسلمانوں کی طرز فکر تم سے مختلف ہے۔ ہمارے جذبات اور ہیں۔ ہماری قدریں اور ہیں۔ اگر سمجھنا ہو تو اپنی عیسائیت کی پچھلی صدیوں میں جا کر دیکھو تم انہیں جہالت کی صدیاں کہہ کے رد کر رہے ہو۔ ہم سمجھتے ہیں اس وقت کوئی غیرت اور روشنی تم میں موجود تھی جو اب مٹ گئی ہے۔ ایک پہلو سے تم روشنی میں داخل ہوئے ہو، دوسرے پہلو سے تاریکیوں میں قدم بڑھا رہے ہو۔ پس مذہبی پہلو سے اور تقدس کے تصور کے لحاظ سے تم روشنیوں سے اندھیرے میں سفر کر رہے ہو اس زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس کا ہزارواں حصہ بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا جتنا اب کھلم کھلا ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات میں کہا جاتا ہے تو یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے خود اپنے بزرگ بلکہ

جس کو خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں

اس پر حملے کی کھلی اجازت دی ہوئی ہے تو مسلمان اعتراض کرنے والے کون ہوتے ہیں کہ جن کو ہم نبی بھی نہیں سمجھتے ان کے اوپر ہم حملہ کریں۔

یہ جو تضادات ہیں یہ سمجھانے والے ہیں اور بتانے والے ہیں اور خوب بات کھولنی چاہیئے کہ یہ تضادات ہیں۔ جس طرح ان کے پارلیمنٹ کا حوالہ ہے۔ بعض تہذیبی اقدار کا حوالہ ہے۔ یہ بتانا چاہیئے کہ قوموں کے ساتھ مل جل کر رہنے کے لئے بعض تہذیبی تقاضے تمہیں پورے کرنے ہوں گے۔ عالم اسلام ایک بڑی طاقت ہے اور آج جب کہ دنیا بدامنی کا گہوارہ بنی ہوئی ہے۔ یہاں امن پیدا کرنے کے لئے تمہیں عقل اور سلیقہ اختیار کرنا چاہیئے اور ایسا طرز اختیار کرنا چاہیئے کہ بے وجہ کسی قوم کا دل نہ دکھے۔ اس تمام تحریک میں سمجھانے کا یہ عنصر غائب رہا ہے۔ چنانچہ جب ہالینڈ میں مجھ سے پریس انٹرویو لیا گیا۔ اور وہاں اور یہاں میں ایک یہ فرق میں نے دیکھا کہ یہاں آج کل اسلام کے حق میں معقول باتیں اور سمجھانے کی باتیں کی جائیں تو ان کو پریس والے شائع ہی نہیں کرتے اور

ہالینڈ اس لحاظ سے بالکل آزاد تھا۔ انہوں نے نہایت عمدگی اور دیانتداری سے اس انٹرویو کو ریڈیو میں بھی مشتہر کیا اور اخبارات میں بھی شائع کیا اور انہوں نے بتایا کہ کیا ہمیں اعتراض ہے؟ کیوں اعتراض ہے؟ کیا کرنا چاہیئے؟

میں نے ان سے کہا کہ تم لوگ زبان کی آزادی کے علمبردار ہو تو کیا تمہاری آزاد زبان ایک بیہودہ بات کو رد کرنے کے لئے استعمال نہیں ہو سکتی تھی۔ اس پر کیا قدغن لگی تھی۔ کیوں تمہارے سیاسی راہنماؤں نے، کیوں تمہارے دانشوروں نے اس ظالم انسان کے خلاف ایک لفظ نہیں کہا اور اسے رد نہیں کیا اور کیوں اپنے عوام الناس کے سامنے تم نے یہ بات نہیں اٹھائی کہ مسلمانوں کے دل اس معاملے میں بڑے حساس ہیں اور یہ شرافت کی اقدار کے خلاف بات ہے کہ کسی بزرگ کے متعلق ایسے لغو حملے کر نا شروع کر دئیے جائیں اور پھر قوم کے متعلق کہ جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں اور کروڑہا ہیں جو جانیں قربان کرنے کا دعویٰ تو ضرور کرتے ہیں لیکن لازماً لکھوکھہا ایسے ہیں جو عملاً سنتے ہوئے اپنی جان فدا کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ تو یہ آگ سے کھیلنے والی بات ہے۔ اس کو سمجھو۔ تمہارے مسلمانوں سے عالمی تعلقات ہیں، ان کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ اگر شرافت کی خاطر نہیں تو اپنے مفاد کی خاطر اور عقلی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے تم اپنے طرز عمل کو تبدیل کرو۔ اس قسم کی نصیحت کی باتیں، کچھ رشدی کے خلاف باتیں کی ہوتیں اور عالم اسلام کو آپ یہ کہتے کہ ہمارے قانون سر دست ہمیں مجبور کر رہے ہیں کہ ہم اس کتاب کو BAN نہ کریں تو عالم اسلام کا رد عمل نسبتاً زیادہ ٹھنڈا ہوتا اور رشدی کی کتاب کے خلاف ساری دنیا سے باتیں سن کر کچھ تو ان کے دل ٹھنڈے ہوتے لیکن یہاں

(باقی صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

(الہام حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام)

پیشکش: عبدالرحیم و عبدالرؤف مالکان حمید ساڑی ہاؤس صالح پور کٹک (اڑیسہ)

استعمال نہیں کی اور غلاظت کو تقویت دینے میں آزادی تقریر کی باتیں ہورہی ہیں تو جس طرف بھی دیکھیں ایک غلط ردّعمل ہے جس نے صورت حال کو انتہائی بھیانک بنا دیا ہے۔

مسلمانوں کے غلط ردّعمل نے اتنا نقصان پہنچایا ہے اسلام کو کہ یہ کتاب اپنی ذات میں کبھی بھی اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ کتابوں کو جلایا گیا، جھنگڑے ڈالے گئے گالیاں دی گئیں۔ اس کے نتیجے میں یہ لوگ اس تاریخی پس منظر میں کہ اسلام جہاد کی تعلیم دیتا ہے غیر کو قتل کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ غلط انسانے اپنے ذہنوں میں بٹھا بیٹھے۔ یہاں انگلستان میں عوام الناس سے آپ بات کرکے دیکھیں تو آپ حیران ہوں گے۔ ان کا اب یہ تصور ہے کہ مسلمان یہاں اب سر غیر کی گردن کاٹنے کے لئے تیار بیٹھا ہوا ہے اور ہماری سوسائٹی میں بد امنی پھیل جائے گی اور عذاب نازل ہو جائے گا۔ اور ہم برداشت نہیں کر سکیں گے حالانکہ مسلمانوں کی کل ایک ملین کی تعداد ہے۔ اور ان کا جوش جتنی تیزی سے اٹھتا ہے بدقسمتی سے اتنی تیزی سے بیٹھ بھی جاتا ہے۔

صرف دائم رہنے والی نفرتیں پیچھے چھوڑ رہے ہیں

اور اسلام کے حق میں کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے لیکن اس سے بہت زیادہ نقصان یہ پہنچا ہے کہ وہ کتاب جو اپنی ذات میں شدید پروپیگنڈے کے باوجود بھی مقبول نہیں ہو رہی تھی اور بعض ممالک اس کو ردّ کر چکے تھے۔

ہندوستان اس کو بغیر کسی احتجاج کے ردّ کر چکا تھا۔

جاپان اس کو بغیر کسی احتجاج کے ردّ کر چکا تھا۔ انہوں نے کہا ہم ہرگز اس کا ترجمہ اپنے ملک میں شائع نہیں ہونے دیں گے اور اس کتاب کے خلاف قطعی طور پر ایسے ہی حرکات تھے جن کے نتیجے میں بعض حکومتیں اس کو اپنے ملک میں شائع کرنے سے خوف کھا رہی تھیں چند لوگ پڑھتے اور کچھ دیر کے بعد یہ کتاب نظر سے غائب ہو جاتی گر جاتی۔ نہایت ذلیل قسم کی کتاب ہے۔ شریف لوگوں کو اس میں کوئی زیادہ دلچسپی نہیں تھی لیکن اب اتنی دلچسپی پیدا ہوگئی ہے کہ کروڑ ہا، مغربی دنیا کا انسان، اس کتاب کو لینے کے لئے ترس رہا ہے۔ پورا زور لگا رہے ہیں کسی طرح یہ مہیا ہو جائے۔ جب مسز تھیچر نے SPY CATCHER کے خلاف مہم چلائی تھی تو ان کے ناقدین نے یہی بات کہی تھی کہ تم تو اس کتاب کو انگریز کی نظر سے اوجھل رکھنا چاہتی تھی، یہ تمہاری مہم ہی ہے جس نے اس کو اتنی تقویت بخشی ہے لیکن وہ مہم تو پھر ایک معقول دائرے سے تعلق رکھتی تھی۔ جب آپ بے سروپا مہم کریں تو زیادہ تر آپ کو نقصان پہنچاتی ہے اور دشمن کو فائدہ پہنچاتی ہے پس ایک نہایت غلیظ کتاب یہاں تک شہرت پا گئی کہ

امریکہ میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اب اس کے نہایت گندے اقتباسات جو دراصل مسلمانوں کی دل آزاری کا موجب تھے، پڑھ کر سنائے جا رہے ہیں یعنی کتاب خریدنے کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ وہ غلاظت اور وہ خباثت کروڑہا انسانوں تک گھر بیٹھے پہنچ رہی ہے تو انسان کو جوابی کاروائی تو حکمت سے کرنی چاہیئے۔

بدقسمتی سے مسلمانوں میں کوئی معقول سلجھی ہوئی لیڈرشپ نہیں ہے اور جو مولوی ہے اس کو اتنی عقل ہی نہیں ہے کہ اسلام کے حق میں کس قسم کی تحریکات چلانی چاہئیں

اور کس قسم کی تحریکات سے احتراز کرنا چاہیئے۔ اور اس زمانے میں سارا عذاب مسلمان پر وہ یہ ملّاں ہے جس کو دنیا کے حالات کی، دنیا کی سیاست کی، دنیاوی حکمتوں کی ہوش ہی کوئی نہیں۔ وہ صرف وقتی طور پر ہر اس تحریک میں حصّہ لیتا ہے جس کے نتیجے میں بے چینی پھیلے BLOODSHED ہو۔ خون ہو

قتل و غارت ہو، گالیاں دی جائیں

اس کے سوا اس کو کوئی اہمیت نہیں رہی۔ اس کا جو ردّعمل یہاں پیدا ہو چکا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ ابھی ہوگا۔ وہ RACIALISM کو تقویت ملی ہے۔ اور آپ دیکھیں گے کہ مسلمانوں کے خلاف دیر تک اب یہ لوگ اس ناکام کوشش کے نتیجے میں جو انہوں نے کی ہے سازشیں کرتے رہیں گے، نئی قسم کی مصیبتیں کھڑی کرتے رہیں گے۔ اور جو کچھ بھی سوسائٹی میں مسلمان نے ایک مقام حاصل کیا تھا اس مقام سے گر کر اب کہیں پہنچ گیا ہے اور بے مقصد۔ اگر کسی تحریک کے نتیجے میں مقام چھوڑ کر قعر مذلت میں بھی جانا پڑتا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عزت کو بحال کیا جاتا اور آپ کی حفاظت کی جاتی تو میں اس کے حق میں تھا اور میں آج بھی اس کے حق میں ہوں۔ ہمیشہ اس کے حق میں رہوں گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عزت کی حفاظت کی بجائے آپ کو دنیا میں اور زیادہ اور وسیع طریق پر گندی صورت میں پیش کرنے کے لئے ایک ذریعہ آپ بن جائیں اور خود قومی خودکشی بھی کریں۔ یہ کس اسلام کے نتیجے میں ہوا۔ یہ کس حکمت اور کس عقل کے مطابق ہو رہا ہے اور ادھر حالت یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے شرارت کرکے خاص طور پر ایران پر حملہ کیا تھا اور توقع بھی رکھتے تھے جس نے بھی یہ شرارت کی ہے کہ ایران اس پر جوابی کاروائی کرے گا۔ اب جو عرب کا دل ہے یعنی مکہ اور مدینہ اور حجاز کی سرزمین، وہاں سے کوئی جوابی کاروائی کا اعلان نہیں ہو رہا۔ ایران بول رہا ہے۔ اس لئے مصر سے فتویٰ ہو گیا ہے کہ نہیں BLASPHAMY کے اوپر کسی کو قتل کرنے کا فتویٰ دینے کی اجازت نہیں۔

کیسے تضادات پیدا ہو گئے ہیں

ایک طرف یہ قانون کہ اگر کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عزت پر کوئی اشارۃً بھی ایسی بات کہے جو گستاخی سمجھی جائے، اس کا قتل فرض ہے اور کہاں خمینی کی دشمنی میں اب یہ فتویٰ کہ اتنی غلیظ کتاب جو سراسر خباثتوں پر مشتمل ہے، اس کے مصنف کے اوپر بھی اسلامی تعلیم کی رو سے موت کا فتویٰ جاری نہیں کیا جا سکتا۔ تو نہ اِن کی غیر دنیا میں مذہب رہا نہ اپنی دنیا میں مذہب رہا۔ وہاں بھی ایک جھوٹی سیاست اور ملمع کاری ہے یہاں بھی ایک جھوٹی سیاست اور ملمع کاری ہے۔

وہ دیکھیئے! پاکستان کے ایک مشہور عالم کہلانے والے مولوی محمد طفیل صاحب! جنہوں نے افغان صورت حال سے خوب فائدہ اٹھایا ضیاء کے زمانے میں۔ ادھر ان سلمان رشدی نے معافی کا اعلان کیا کہ مجھے معاف کر دیا جائے اور اُدھر انہوں نے اعلان کر دیا کہ ہم تمہیں معاف کرتے ہیں۔

یعنی

ایک احمدی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے عشق میں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ کا نعرہ بلند کرتا ہے تو اس کو تم واجب القتل قرار دیتے ہو اور کسی قیمت پر معاف کرنے کے لئے تیار نہیں اور بے حیائی کی حد یہ ہے کہ ایک نہایت ہی خبیث مصنف جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دیگر بزرگ انبیاء اور صحابہ کے اوپر نہایت گندے اور ناپاک حملے کئے ہیں جس سے ایک غیرتمند مسلمان کا خون کھولنے لگتا ہے۔ اس کو تم اسی لئے معاف کر دیتے ہو کہ کہتا ہے میں معافی مانگتا ہوں۔ اور ساتھ یہ بھی اعلان کرتا ہے ابھی ریڈیو ٹیلی ویژن کے اوپر کہ کاش میں نے اس سے زیادہ گندی کتاب، اس سے زیادہ سخت کتاب لکھی ہوتی اور ایک لفظ بھی اپنی کتاب کے مضمون کا منسوخ نہیں کرتا اور آپ کہتے ہیں جنی اس نے کہہ دیا ہے، یہ صاحب دل دکھانے پر جو معافی مانگ رہے ہیں، اس لئے ہم معاف کر دیتے ہیں۔ کمال ہے معافی کا تصور بھی اور انتقام کا تصور بھی۔ جو عشاق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم، وہ تو گردن زدنی ہیں، تمہارے نزدیک، اور جو خبیث، گندے اور ناپاک حملے کرنے والے ہیں اور حدوں سے تجاوز کرنے والے ہیں، ان کے منہ کی جھوٹی معافی پر تم ان کو معاف کرنے کے لئے تیار ہو

گویا تم خدا بنے بیٹھے ہو

تمہارے ہاتھ میں اس کی معافی اور اسکی سزا کا معاملہ ہے۔ ہرگز تمہارے ہاتھ میں نہیں۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی جو عزت ہمارے خدا کے دل میں ہے۔ خدا رکھتا ہے محمد مصطفیٰ کی عزت۔ وہ کبھی ایسے خبیث کو معاف نہیں کرے گا جس نے اس بے باکی اور بے حیائی کے ساتھ دنیا کے سب سے مقدس انسان پر سب سے غلیظ حملے کئے ہیں

تم ہوتے کون ہو معاف کرنے والے

قتل کا حکم نہیں دیتا اسلام۔ یہ اسلام و احمدیت کی تعلیم ہے۔ اس تعلیم کے خلاف تم احمدیت کے خلاف ہمیشہ سازشیں کرتے رہے ہو اور تحریکات چلاتے رہے ہو لیکن آج جب خمینی نے یہ قتل کا فتویٰ دیا تو تم اس قتل کے فتوے کے بھی خلاف ہو گئے۔ یہ تمہارا تقویٰ یہ تمہارا مذہب، یہ تمہاری سیاست ہے۔ اس کو تم اسلام کہتے ہو وہی اسلام پہنچے گا دنیا میں جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا اسلام ہے جس کے ساتھ احمدیت دل و جان سے وابستہ ہے اور ہمیشہ وابستہ رہے گی اور اس اسلام سے ہٹنے کے نتیجے میں تم نے خود دشمن کے ہاتھ میں وہ ہتھیار پکڑا دیئے جن کو پکڑ کر وہ اب غلیظ حملے کر رہا ہے اور

تمہارے پاس حقیقت میں ان کے جواب کی کوئی کارروائی نہیں بھی رہی، کوئی موقع نہیں رہا، کوئی ہتھیار نہیں رہا، پس میں

احمدیوں کو اب یہ تلقین کرتا ہوں کہ صورت حال کے تجزیہ کے نتیجے میں وہ ایسی موثر اور دیرپا کارروائی کریں جو آئندہ نسلوں تک پہنچ جائے اگلی صدی اور اس سے اگلی صدی اور اس سے اگلی صدی۔ آج ایک صدی کا معاملہ نہیں ہے۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا سارا زمانہ تمام تر

اپنے سے پچھلے زمانے کے بھی وہ بادشاہ تھے اور آئندہ زمانوں کے بھی وہی بادشاہ ہیں۔ اس لئے جماعت احمدیہ ہمیشہ کے لئے ایسی کوششوں میں وقف ہو جائے جس کے نتیجے میں دشمن کے ہر ناپاک حملے کو ناکام بنایا جائے۔

پس میں جماعت کی اُن نسلوں کو خصوصیت سے مخاطب ہوں جو ان ملکوں میں پیدا ہوئے ہیں جہاں اسلام پر حملے ہوتے ہیں کہ اگرچہ ہم ان حملوں کے لئے دفاع کا مضمون سمجھتے ہیں لیکن یہاں کی زبان کے اطوار ہمیں نہیں آتے۔ وہ لوگ جنہوں نے ہندوستان میں یا پاکستان میں یا دیگر ممالک میں انگریزی تعلیم حاصل کی ہے شاذ ان میں سے ایسے ہیں جن کا بچپن کا ماحول وہی تھا جو اہل زبان انگریزی دانوں کا ماحول ہوا کرتا ہے یا ایسے انگریزی سکولوں میں یا CONVENT سکولوں میں پڑھے کہ جس کے نتیجے میں دین کا بے شک کچھ نہ رہا ہو لیکن انگریزی زبان پر دسترس ہو گئی ہو اور اس محاورے سے واقف ہو گئے جو ان کو پسند آتا ہے۔ اس لئے اپنی نئی نسلوں کو مقامی زبانوں میں ماہر بنائیں اور نئی جوان نسلوں میں سے

کثرت کے ساتھ اخبار نویس پیدا کریں

کیونکہ صرف زبان کا محاورہ کافی نہیں، اخبار نویسی کی زبان کا محاورہ ضروری ہے اور اس نیت سے کریں کہ ساتھ ساتھ یہ اسلام کا گہرا مطالعہ بھی کریں گے تاکہ ان کی زبان دانی اسلام کے حق میں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دفاع میں استعمال ہو۔ اس لئے امریکہ ہو یا افریقہ ہو یا چین ہو یا جاپان ہو یا یورپ کے متفرق ممالک ہوں یا ایشیاء کے دیگر ممالک جہاں جہاں بھی احمدی خدا کے فضل کے ساتھ موجود ہیں اور مقامی طور پر ایسی پرورش انہوں نے پائی ہے اور ایسی تعلیم حاصل کی ہے کہ اس ملک کے اہل زبان شمار کئے جا سکتے ہیں، ان کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دفاع کے لئے اب وقف ہو جانا چاہئے اور اس نیت سے ادب پر اور کلام پر دسترس حاصل کرنی چاہئے اور قادر الکلام بننا چاہئے۔ خود انہی کے ہتھیاروں سے انہی کے انداز سے ہم ان کے متعلق جوابی کارروائی کریں گے اور اسلام کا دفاع کریں گے۔ اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے تقدس کی حفاظت کریں گے۔ ایک دو دن کی چند دنوں کی جنگ نہیں ہے۔ یہ لوگ اس حملے کو بھول جائیں گے اور یہ تاریخ کی باتیں بن جائیں گی اور

پھر ایک بدبخت اُٹھے گا اور پھر حملہ کریگا

اور پھر ایک بدبخت اٹھیگا اور پھر حملہ کرے گا اس لئے احمدیت کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے سامنے سینہ تان کر کھڑی ہو جائے جس طرح حضرت طلحہؓ نے کیا تھا کہ وہ تیر جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر برسائے جا رہے تھے اپنے ہاتھ پر لئے اور ہمیشہ کے لئے وہ ہاتھ بیکار ہو گیا اس طرح اپنا سینہ تان کر سامنے کھڑا ہو جائے۔ تمام تیر جو ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر چلائے جا رہے ہیں، اپنے سینوں پر لے، یہ

اسلام ہے۔ یہ اسلام کی خدمت ہے۔ اس طرح اسلام کا دفاع ہوتا چاہیئے۔ اور وہ سارے مضامین جو اس کتاب میں کہانی کے رنگ میں چھیڑے گئے ہیں، ان کا محققین اور اہلِ علم مطالعہ کریں اور ان کے دفاع پر کثرت کے ساتھ مضامین شائع کروائیں اور ایک ایک چیز کو لے کر اب جبکہ یہ دلچسپی قائم ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام کا پوری طرح دفاع کریں اور یہ فوری کارروائی کا حصہ ہے اور اس کے لئے ہم مزید انتظار نہیں کر سکتے۔

خوش قسمتی سے میری کتاب

"مذہب کے نام پر خون"

کا ایک انگلستان کی کمپنی انگریزی ترجمہ شائع کر رہی ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے کہ جب اس کا انگریزی ترجمہ ان کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ۱۹۵۳ء کے حوالے سے بہت سی باتیں اس میں کہی گئی ہیں۔ لیکن ISLAMIC TERRORISM پر کچھ نہیں کہا گیا اور ISLAMIC FUNDAMENTALISM پر کچھ نہیں کہا گیا۔ اور مرتد کی سزا قتل کے موضوع کے اوپر جس طرح بھرپور عالمانہ دفاع ہونا چاہیئے تھا اس کی بجائے چند ایک باتوں پر اکتفا کی گئی ہے جبکہ حملے کئی متفرق سمتوں سے ہو رہے ہیں تو ان کا میں ممنون ہوں کہ ان کے اس توجہ دلانے پر میں نے دو نئے باب انگریزی میں اضافہ کئے جو اردو میں نہیں ہیں اور اس میں منصور شاہ صاحب نے میری مدد کی وہ DICTATION بھی لیتے رہے اور مشورے بھی دیتے رہے، کافی انہوں نے محنت کی۔ بہرحال یہ کتاب چھپنے کے لئے تیار ہے اور اس کمپنی کا مجھے پیغام ملا کہ عجیب اتفاق ہے ادھر یہ مسئلہ اٹھا ہے ادھر یہ کتاب ہماری تیار ہے۔ چنانچہ ہم نے سب دنیا میں یہ اشتہار دے دیا ہے کہ اصل اسلامی تعلیم کیا ہے اس کے متعلق ایک کتاب آنے والی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ عاجزانہ خدمت کی توفیق بخشی اور جو انگریزی ترجمہ ہے اس میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ سید برکات احمد صاحب مرحوم نے اپنی آخری کینسر کی بیماری میں بڑے اخلاص کے ساتھ یہ ترجمہ کیا تھا۔ ان کے لئے بھی دعا کریں وہ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ میری زندگی میں یہ چھپ جائے۔ ان کے مشوروں پر بعض حصے جو اردو دان طبقے کے لئے موزوں تھے لیکن مغربی دنیا کے لئے بے تعلق سے تھے وہ چند تھوڑے سے حصے حذف کر دیئے گئے تھے اور ان کے مشورے پر بعض باتوں کا اضافہ کر دیا گیا تھا۔ اس لئے کوئی یہ نہ سمجھے کہ گویا مترجم نے دخل اندازی کر کے غلط رنگ میں اس تصنیف کو پیش کیا ہے۔ جو کچھ بھی ہے وہ مجھ سے اجازت لے کر اور مجھے مشورہ دے کر بعض تبدیلیاں انہوں نے کروائی ہیں۔ اور اس سے نفسِ مضمون پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ مغربی دنیا کے لحاظ سے اس بات کو تقویت ملتی ہے جو ہم دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں اس لئے امید ہے یہ انشاء اللہ تعالیٰ نیک اثر پیدا کرے گی لیکن یہ کافی نہیں ہے۔ اس کتاب کے متعلق چونکہ انسی تخلیط ہے، میں اس کو تفصیل سے یہاں بیان نہیں کر سکتا لیکن میں ایک بورڈ مقرر کروں گا۔ جو تجزیہ کر کے ان تمام جگہوں تک پہنچے جہاں سے یہ غلط الزامات چلتے ہیں اور پھر بعض احمدی محققین کے سپرد یہ کام کیا جائے گا کہ وہ اس کے جواب لکھیں اور مختلف زبانوں میں ترجمے کر کے ساری دنیا میں پیش کئے جائیں، آج کل چونکہ شیطانی کتاب میں دلچسپی ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ اس کے بہانے جواب میں بھی دلچسپی پیدا ہو جائے جو ویسے عام حالات میں نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہر میدانِ جنگ میں جہاں اسلام کا دفاع ضروری ہے، ہر

اُس سرحد پر جہاں اسلام پر حملے ہو رہے ہیں ہم ہمیشہ احمدی سپاہِ اوّل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور اسلام کے دفاع میں سینہ تانے کھڑے رہیں اور کسی شیطان کو یہ طاقت نہ ہو کہ کسی نام پر بھی وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور اس پاک مذہب پر حملے کر سکے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور انور نے فرمایا کہ:۔

ایک بات جو میں نے جماعت کو سمجھانی تھی، اس وقت ذہن سے اتر گئی۔ میں اب اسے دو خطبوں کے درمیان بیان کرتا ہوں۔

ایک تو یہ کہ جن ملکوں نے یا جن کمپنیوں نے اس کتاب کو شائع کرنے کی اجازت نہیں دی یا شائع کرنے لگے تھے اور یہ ارادہ واپس لے لیا ان کو جماعت کی طرف سے حوصلہ افزائی اور شکریے کے خط ملنے چاہئیں اور یہ اس لئے ضروری ہے کہ بہت بڑا احسان ہے یعنی ہمارے دل پر احسان ہے جو اس کتاب سے اگر قدر دکھ اٹھاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تائید میں کوئی آواز بھی کسی کی طرف سے بلند ہو، اس کا شکریہ فرض ہے اور سب شکریوں سے بالا یہ شکریہ ہے تو ان لوگوں سے مختلف رنگ میں رابطہ ہونا چاہیئے مگر ایسی حکمت کے ساتھ کہ اس کا کوئی غلط تأثر قائم نہ ہو۔ بس انفرادی طور پر بعض لوگ خود ہی لکھتے ہیں وہ تو الگ بات ہے لیکن جماعتیں جب اس مسئلے پر غور کریں تو حکمت کے ساتھ منصوبہ بنا کر اور مرکز کے مشورے کے ساتھ کارروائی کریں اب تک مثلاً امریکہ میں WALDEN BOOKS کے تین سو سٹورز سے یہ کتاب ہٹالی گئی ہے اگر ہم اس وقت ان کے ساتھ شکریے کا تعلق قائم کریں تو ہو سکتا ہے کہ آئندہ کے لئے پھر وہ ارادہ ہی بدل دیں لیکن اگر یہ نہ ہوا تو مجھے ڈر ہے کہ دوبارہ پھر یہ داخل کر لیں گے جب سمجھیں گے کہ معاملہ ٹھنڈا ہو گیا ہے تو اس وقت ان لوگوں کے ساتھ رابطہ کرنا، ان کا شکریہ ادا کرنا، ان کو سمجھانا کہ تم اس گند میں نہ پڑو، اخلاقی قدروں کی خاطر احتجاجاً اس کتاب سے اپنا تعلق توڑ لو۔ یہ مفید نتیجہ پیدا کر سکتا ہے، ساتھ دعا بھی کرنی چاہیئے۔

فرانس اور جرمنی کے پبلشرز نے جنہوں نے کتاب کا ترجمہ شائع کرنا تھا، اپنا فیصلہ بدل لیا ہے۔

فرانس کی اور جرمنی کی جماعتوں کا کام ہے کہ وہ مرکز کو بھی مطلع کرے اور خود مؤثر رابطہ کریں اور کبھی کہیں کہیں سے بیرونی دنیا سے بھی ان کمپنیوں کو اور ان حکومتوں کو شکریے کے خط جانے چاہئیں۔

ہندوستان خاص طور پر شکریے کا مستحق ہے کہ جس نے باوجود اس کے کہ بھاری ہندو اکثریت ہے، اصولاً خود ہی اس کتاب کو رد کر دیا ہے۔

اور باوجود اس کے کہ ہندوستان پر بہت دباؤ ڈالا گیا ہے لیکن اس نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ ساؤتھ افریقہ باوجود اس کے کہ نسلی دشمنیاں ہیں لیکن اس معاملے میں شرافت دکھائی ہے۔ باقی مسلمان ممالک میں سے چند نے کیا ہے اور عجیب بات ہے کہ باقی سب نے اس کو ابھی تک رد نہیں کیا اور کوئی قانونی روک نہیں کھڑی کی۔

جاپان نے چونکہ وہ سمجھدار قوم ہے غالباً تجارتی اغراض کی خاطر مسلمان ممالک کو خوش کرنے کے لئے اس کتاب کے چھپنے کی اجازت نہیں دی لیکن ویسے بھی ہو سکتا ہے کہ تہذیبی

لحاظ سے بھی انہوں نے بُرا سمجھا ہو لیکن کہا بہرحال یہی ہے کہ

نہایت بدتہذیب کتاب ہے

اس قسم کی کتاب ہم شائع نہیں کریں گے انگلستان WHSMITH نے جس نے کثرت کے ساتھ یہاں شروع کی تھی وقتی طور پر اس کتاب کو واپس لے لیا ہے۔ سب سے زیادہ جو قابل شکریہ ہیں وہ کارڈینل ہیں لیون ([illegible]) کے۔ فرینچ کارڈینل جنہوں نے اس کتاب کے خلاف نہایت بھرپور تبصرہ کیا ہے اور اُس تبصرے کو پڑھ کر دل خوش ہو جاتا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ نہایت غلیظ، لغو، لچر، ایسی فحش کتاب ہے کہ دنیا کے کسی شریف آدمی کو اس کو نہیں پڑھنا چاہیئے اور اس کو ساری دنیا کو رد کرنا چاہیئے۔ اور اُس نے شکوہ کیا ہے عیسائیوں سے کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ جب حضرت عیسیٰؑ کے خلاف ایک فلم بنائی گئی تھی۔ تو تم جانتے ہو کہ مسلمان تمہارے شانہ بشانہ اُس کے خلاف احتجاج کر رہے تھے اور آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور دیگر بزرگوں پر حملے ہو رہے ہیں اور تم تماشے دیکھ رہے ہو اور مزے اٹھا رہے ہو۔ پس وہ کارڈینل ایسا ہے جسے خاص طور پر جماعت کی طرف سے شکریے اور تہنیت کا پیغام ملنا چاہیئے اور ایسے سب لوگوں کے لئے سب سے اچھا شکریہ کا طریقہ یہ ہے کہ اُن کے لئے دعا کی جائے۔ یہ شکریہ اُن تک نہیں پہنچے گا لیکن یہ خدا تک پہنچے گا اور اللہ ہم سے اس شکریے کے نتیجے میں راضی ہوگا۔ اور اُن سے بھی راضی ہوگا۔ پس یہ ایک حصہ ہے اور اُس میں مزید معلومات بعد میں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اور اس اصولی راہنمائی کے تابع جماعت کو چاہیئے کہ وہ جائز اسلامی ردِّ عمل دکھائے اور بڑی شان کے ساتھ، بڑی غیرت کے ساتھ دکھائے۔

رمضان المبارک اور تحریک جدید

رمضان المبارک، اور صد سالہ احمدیہ جوبلی تشکر آپ سب کو مبارک ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۲۹ رمضان المبارک سے پہلے سال رواں کا چندہ تحریک جدید ادا کرنے والوں کے لئے خاص دعا کیا کرتے ہیں اس لئے جن احباب کی طرف سال رواں کا چندہ تحریک جدید ابھی تک بقایا ہے۔ وہ جلد ادائیگی کر کے اطلاع دیں۔ تا ان کے نام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعا کے لئے بھجوائے جائیں۔

تحریک جدید غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے اس لئے حضور انور کا ارشاد ہے کہ ہر احمدی مرد عورت بچہ بوڑھا اس عظیم الشان تحریک میں حسب استطاعت شریک ہو۔ بلکہ اپنے مرحومین کی طرف سے بھی صدقہ جاریہ کے طور پر چندہ تحریک جدید ادا کیا جائے لہٰذا اگر کوئی افراد جماعت میں سے ایسے ہوں جو تا حال تحریک جدید میں شامل نہ ہوسکے ہوں تو انہیں اس کی اہمیت اور برکت سمجھا کر شامل کریں۔

کیونکہ تحریک جدید حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ذریعہ مقدر عالمگیر غلبہ اسلام کے لئے جہاد کبیر ہے اور صدقہ جاریہ ہے۔ تحریک جدید کے ہر مجاہد کا نام ادب و احترام سے اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ تحریک جدید کا ایک ایک لفظ قرآن کریم سے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس کی افادیت اور برکت کے پیش نظر نمایاں اضافہ کے ساتھ ادائیگی کر کے ممنون فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اور آپ سب کے اموال و نفوس میں برکت عطا کرے۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

تبدیلی تاریخ جلسہ سالانہ UK ۱۹۸۹

جملہ احباب جماعت احمدیہ بھارت کی خدمت میں اطلاع ہے کہ محترم ہدایت اللہ صاحب بنگوی افسر جلسہ سالانہ برطانیہ کی جانب سے مراسلہ موصول ہوا ہے جس کے مطابق بمنظوری سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جلسہ سالانہ برطانیہ کے انعقاد کی تاریخوں میں تبدیلی کی گئی ہے۔ اب یہ جلسہ سالانہ بجائے ۲۸ تا ۳۰ جولائی کے مورخہ ۱۱ تا ۱۳ اگست ۱۹۸۹ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار اسلام آباد ٹلفورڈ۔ برطانیہ میں منعقد ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ لہٰذا جو احباب و خواتین اس جلسہ سالانہ میں شمولیت کے خواہشمند ہوں اور انہوں نے ابھی تک اپنے نام و پتہ و پاسپورٹ نمبر نظارت ہذا میں نہ بھجوائے ہوں تو وہ جلد سے جلد اپنے علاقہ کے امیر صاحب یا صدر صاحب کی معرفت یہ کوائف نظارت ہذا میں بھجوائیں۔ نیز احباب جماعت سے اس جلسہ سالانہ کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

(ناظر امور عامہ قادیان)

پروگرام درس قرآن مجید و احادیث بر موقعہ رمضان المبارک

مرکزی مساجد قادیان :- ۱۹۸۹ء

نمبر	درس قرآن مجید	یوم	از سورۃ تا سورۃ	تاریخ رمضان
۱	مکرم مولوی محمد نسیم خان صاحب	۳	سورۃ فاتحہ تا آل عمران ختم	یکم تا ۳ رمضان
۲	مکرم مولوی بشیر احمد صاحب طاہر	۳	" النساء تا الانعام ختم	۴ تا ۶ رمضان
۳	مکرم مولوی منیر احمد صاحب خادم	۳	" الاعراف تا التوبہ ختم	۷ تا ۹ رمضان
۴	مکرم مولوی قریشی محمد فضل اللہ صاحب	۲	" یونس تا سورۃ یوسف	۱۰ تا ۱۱ رمضان
۵	مکرم مولوی سید وسیم احمد صاحب بشیر تیماپوری	۲	" الرعد تا سورۃ النحل ختم	۱۲ تا ۱۳ رمضان
۶	مکرم مولوی عبد الحق صاحب فضل	۳	" بنی اسرائیل تا المومنون	۱۴ تا ۱۶ "
۷	مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری	۳	" النور تا العنکبوت ختم	۱۷ تا ۱۹ رمضان
۸	مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد	۴	" الروم تا الجاثیہ ختم	۲۰ تا ۲۳ "
۹	مکرم مولوی زین الدین صاحب حامد	۳	" الاحقاف تا التحریم ختم	۲۴ تا ۲۶ "
۱۰	مکرم مولوی حکیم محمد دین صاحب	۳	" الملک تا الناس ختم	۲۷ تا ۲۹ "

درس حدیث شریف۔ بعد نماز فجر مسجد مبارک

۱:- مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد — یکم تا ۱۰ رمضان

۲:- محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب — ۱۱ تا ۲۰ رمضان
متبادل مکرم مولوی عبد الحق صاحب فضل

۳:- مکرم مولوی حکیم محمد دین صاحب — ۲۱ تا آخر رمضان

درس حدیث شریف بعد نماز فجر مسجد اقصیٰ

۱:- مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری — یکم تا ۱۰ رمضان

۲:- مکرم مولوی منیر احمد صاحب خادم — ۱۱ تا ۲۰ رمضان

۳:- مکرم مولوی سید وسیم احمد صاحب بشیر تیماپوری — ۲۱ تا آخر رمضان

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

ولادت

مورخہ ۹ مارچ ۱۹۸۹ء بروز جمعرات اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحم سے محترم چوہدری منظور احمد صاحب گجراتی ایم اے صدر [illegible]، وکیل اعلیٰ و وکیل تبشیر، تعلیم و مال تحریک جدید قادیان ابن مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب گجراتی درویش کے ہاں محترمہ بشریٰ پروین صاحبہ ایم اے، لیکچرار نصرت گرلز کالج کے بطن سے پہلی اولاد بیٹا عطا فرمایا ہے جس کا نام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے "انصر احمد" تجویز فرمایا ہے۔ اس سے قبل ولادت والدین نے خدمت دین کے لئے وقف نو میں وقف کیا ہے۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ والدہ صاحبہ کو صحت عطا ہو اور نومولود خدمت دین کے لائق تربیت پا سکے۔

(ملک صلاح الدین ناظم وقف جدید)

خطبہ جمعۃ المبارک

ہم ایک خاص سال کے عرصے سے گذر رہے ہیں جو انہماک کا سال ہے جو دعاؤں کا سال ہے

جو روحانی مقابلوں کا سال ہے اور یہ دور ابھی ختم نہیں ہوا کئی بہت سے دشمن ایسے ہیں

جنہوں نے ہار تسلیم نہیں کی وہ خدا کی تقدیر کو ظاہر ہوتے دیکھتے ہوئے بھی اس سے ٹکرانے کا عزم لئے ہوئے ہیں

از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۸ نبوت (نومبر) ۱۳۶۷ ہش / ۱۹۸۸ء بمقام مسجد فضل لندن

مکرم منیر احمد جاوید صاحب دفتر P.S. لندن کا قلمبند کردہ یہ بصیرت افروز خطبہ جمعہ ادارہ بدر کلیتاً اپنی ذمہ داری پر ہدیۂ قارئین کر رہا ہے ——— (ایڈیٹر)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد درج ذیل آیت کریمہ تلاوت فرمائی:۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝
(سورۃ الحشر: آیت ۱۱)

گذشتہ ایک خطبہ میں میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک موقعہ پر بدھ کے دن کو منحوس قرار دیا۔ وہ خطبہ جب مختلف جماعتوں میں پہنچا تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کو اس سے غلط فہمی پیدا ہوئی اور وہ حدیث کے مفہوم کو صحیح سمجھ نہیں سکے۔ جہاں تک دنوں کا تعلق ہے، فی الحقیقت کوئی دن بھی منحوس نہیں بلکہ

بعض دنوں میں گذرنے والے ایسے بعض دنوں کو منحوس بنا دیتے ہیں

اور بعض دنوں کو مبارک بھی بنا دیتے ہیں۔ خود حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے سوال کرنے والے کے سوال کے جواب میں جو مثال بیان فرمائی، اس پر اگر تدبر کیا جاتا تو کبھی یہ غلط فہمی پیدا نہ ہوتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا کلام ایک عام انسان کا کلام نہیں اور کلام، کلام کرنے والے کے رتبے اور اس کے مقام سے پہچانا جاتا ہے۔ ایک ہی بات ایک عام آدمی کہتا ہے اس کی بات میں گہرائی اور آتی ہے اور وہی بات ایک اور شخص کہتا ہے تو اس کی بات میں اور زیادہ گہرائی پیدا ہو جاتی ہے۔ کلام الٰہی اور کلام انسانی میں یہی فرق ہے۔ قرآن کریم کا مطالعہ کر لیں۔ ایک سطحی معنی آپ کے ذہن پہ اُبھرتے ہیں لیکن جوں جوں آپ مزید تدبر کرتے چلے جائیں، اس کی گہرائیاں اور زیادہ معارف کے موتی آپ کو نظر آنے شروع ہوں گے۔ یہاں تک کہ انسان اپنے فکر کے مطابق جتنی بھی جستجو کر تا چلا جائے کلام الٰہی کی گہرائی کسی ایسے مقام پر نہیں پہنچ سکتی جہاں اس سے آگے رستہ بند ہو۔ جس کے بعد کوئی آگے مقام نہ آتا ہو۔ یہی مضمون کائنات پر غور کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ سائنس کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس نے اپنی سب جستجو کو

معارف کی لامتناہی

پا لیا ہو۔ وہی خدا جس نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے، وہی قرآن کریم کا خدا بھی ہے، اس لئے جس طرح دنیا کے معارف یعنی مادی دنیا کے معارف لا متناہی ہیں اور کوئی دنیا کا بڑے سے بڑا مفکر اور مدبر اور سائنس دان بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے اس چھوٹی سی حقیقت کے پس پردہ جتنی حقیقتیں بھی تھیں، ہم نے سب کو پا لیا ہے۔ جوں جوں وہ جستجو کا سفر آگے بڑھاتے ہیں، نئے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں اور جستجو کے نئے میدان اُن پر روشن ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس نسبت سے اللہ کے کلام کے بعد سب سے زیادہ پُر معارف، سب سے زیادہ گہرا کلام حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا کلام ہے۔ ایک شخص نے سوال یہ کیا کہ کونسا دن منحوس ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے بدھ کا دن بیان کر کے، اس کی

وجہ بیان فرمائی۔ فرمایا: اس دن فرعون اپنے انجام کو پہنچا

اور خدا کی قہری تجلی اُس پر گری اور چونکہ وہ خدا کے غضب کے اظہار کا دن تھا۔ اس لئے وہ منحوس دن تھا۔ لیکن اسی دن حضرت موسیٰ نے نجات بھی تو پائی تھی۔ وہ دن حضرت موسیٰ کے لئے مبارک دن بھی تو تھا۔ غور کرنے والے کا ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوا کہ خدا کے عذاب کا دن اُن لوگوں کے لئے منحوس ہے جن پر وہ عذاب نازل ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے لئے نہیں، جن کی وجہ سے وہ عذاب نازل ہوتا ہے۔ جن کو بچانے کے لئے وہ عذاب نازل کیا جاتا ہے۔ پس ایک پہلو سے ایک دن منحوس ہے، دوسرے پہلو سے وہی دن برکتوں والا دن بن جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی زندگی میں ایک بھی دن ایسا نہیں آیا، ایک دن کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا، جسے آپ منحوس قرار دے سکیں۔ پس اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ دن اپنے اندر نحوست پیدا نہیں کیا کرتے

بلکہ فرعون نے اس دن کو منحوس بنایا تھا۔

ہر مکان کو اس کے مکین سے شرف حاصل ہوا کرتا ہے، اسی طرح زمانے کا بھی ایک ظرف ہے، اس ظرف میں جو کام کئے جاتے ہیں، وہ زمانے کو منحوس بھی بنا دیا کرتے ہیں اور مبارک بھی کر دیا کرتے ہیں۔ پس بدھ کا دن ایک پہلو سے منحوس تھا، ان لوگوں کے نقطۂ نگاہ سے، جن پر خدا کا عذاب نازل ہوا۔ اور ایک پہلو

سے بے انتہاء مبارک دن تھا، جو تاریخ میں کبھی بھی بھلایا نہیں جاسکے گا کیونکہ اس دن خدا نے ایک مظلوم قوم کو ایک ظالم کے پنجے سے نجات بخشی تھی۔ اس پہلو سے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کی روشنی میں اور بعد میں رونما ہونے والے واقعات کی روشنی میں ہم بدھ کے دن پر غور کرتے ہیں تو یقیناً اس میں جہاں بعض نحوستیں ہیں، وہاں جماعت احمدیہ کے لئے بہت سی برکتیں بھی ہیں لیکن ان برکتوں کے دور کے بعد ابتلاؤں کے دور بھی آیا کرتے ہیں اور ان برکتوں کو حاصل کرنے کا اہل بنانا اُن لوگوں کا کام ہے جن کی خاطر وہ برکتیں مقدر کی جاتی ہیں۔ اس دن کے بعد جس دن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور آپ کی قوم کو نجات عطا ہوئی، اور بھی بہت سی باتیں ہوئیں، خدا کے بہت سے وعدے تھے اُن کے حق میں، لیکن بدقسمتی سے، قوم کی بداعمالی کی وجہ سے وہ وعدے ٹل گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ برکتیں بھی جو مقدر ہوتی ہیں، اگر اُن کا اہل انسان اپنے آپ کو ثابت نہ کرے تو وہ برکتیں بھی ٹل سکتی ہیں اگرچہ خدا کے وعدے بالآخر ضرور پورے ہوتے ہیں لیکن بعض دفعہ تاخیر کے ساتھ پورے ہوتے ہیں۔ اس لئے جن خدا کے بندوں کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے نشان دکھائے جاتے ہیں، اُن بندوں پر بھی کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ جنہیں اُنہیں بہر حال ادا کرنا ہوگا۔

اِن اُمور کے پیشِ نظر میں جماعت کو اِن دنوں میں خصوصیت سے دُعا کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ ہم ایک خاص سال کے عرصے سے گذر رہے ہیں،

جو ابتہال کا سال ہے، جو دُعاؤں کا سال ہے، جو روحانی مقابلوں کا سال ہے اور یہ دور ابھی ختم نہیں ہوئی۔

بہت سے دشمن ایسے ہیں جنہوں نے ہار تسلیم نہیں کی۔ وہ خدائی تقدیر کو ظاہر ہوتے دیکھتے ہوئے بھی اس سے ٹکرانے کے عزم لئے ہوئے ہیں۔ وہ خدا کی تقدیر کا رُخ تبدیل کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ بہت سی سازشیں ہو رہی ہیں۔ بہت سے بد ارادے منصوبوں کی شکل میں ڈھالے جا رہے ہیں اور بہت سے خطرات ہیں جو ابھی جماعت کو درپیش ہیں اس لئے ان ذمہ داریوں سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔

تربیت کے مضمون سے متعلق، جو میں نے خطبوں کا سلسلہ شروع کیا تھا وہ اسی امر کے پیشِ نظر کیا تھا۔ لیکن جہاں تک دن کے مبارک ہونے کا تعلق ہے، بدھ کا دن یقیناً جماعت کے لئے مبارک ہے لیکن ان کی برکتوں کے حصول کے لئے ابھی بہت سی منزلیں طے کرنی باقی ہیں۔ اس لئے جماعت کو دُعائیں جاری رکھنی چاہئیں اور ساری جماعت کو ان دُعاؤں میں شامل ہونا چاہیئے۔

اِس سلسلہ میں ایک بہت اہم نقطہ میں آپکو سمجھانا چاہتا ہوں۔

اجتماعی دُعاؤں کی دو طرح سے برکتیں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اجتماعی دُعا انسان کو شرک سے پاک کرتی ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کس کی دُعا لگی تھی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو بعض دفعہ ایک اچھی دوا کے ساتھ، جس کے متعلق اعتماد ہوا کرتا تھا کہ یہ دوا کسی خاص بیماری میں مفید ہے اور دوائیں بھی شامل فرما لیا کرتے تھے اور اس نیت کے ساتھ شامل فرمایا کرتے تھے کہ میرا کہیں زیادہ انحصار اس دوا پر نہ ہو جائے اور میں نہ کہہ سکوں کہ خدا کی پیدا کردہ چیزوں میں سے کس نے مجھے زیادہ شفاء بخشی تھی، توجہ اسی طرف مبذول رہے کہ خدا نے شفاء بخشی تھی بعض چیزوں میں۔ اور اُن چیزوں سے میں نے فائدہ اُٹھایا۔ اس لئے اجتماعی دُعاؤں میں بھی ایک گہرا فلسفہ ہے اور وہ توحید کا فلسفہ ہے۔

جب ساری جماعت دُعا کرتی ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کس کی دُعا مقبول ہوئی۔ بحیثیت مجموعی سب جماعت خدا کے حضور عجز کرتی ہے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اجتماعی دُعا مجموعی شکل میں ایک اثر دکھاتی ہے۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اجتماع میں شریک، کثرت سے دلوں کے دلوں پر مختلف واردات مختلف وقتوں میں طاری ہوتی ہیں، ان کے دلوں پر وار دات پیدا ہوتی ہیں اور وہ خاص کیفیات دُعا کی مقبولیت کے لئے ایک مؤثر کردار ادا کرتی ہیں۔ اسی لئے بہت بڑی تعداد میں جب جماعت دُعا کر رہی ہوتی ہے تو جس طرح جگنو چمکتے ہیں اندھیرے میں، بے شمار جگنو ہیں، اُن میں سے کچھ بجھ بھی رہے ہوتے ہیں، کچھ جل بھی رہے ہوتے ہیں، لیکن مجموعی تأثر یہی ہوتا ہے کہ وہ رات روشن ہو گئی ہے۔ مشرقی بنگال میں ایک دفعہ، سندربن کے علاقے میں، میں نے یہ نظارہ دیکھا کہ سارا جنگل کا جنگل روشن ہوا تھا اور جگنو کی وجہ سے روشن ہوا تھا۔ لیکن باوجود اس کے کہ تقریباً نصف جگنو ایک وقت میں بجھے ہوئے ہوتے تھے، لیکن کچھ دوسرے جگنو چونکہ روشن ہو رہے تھے، اس لئے ایک لمحہ بھی ایسا نظر نہیں آتا تھا، جب کہ تاریکی ہو۔

تو اجتماعی دُعا کی برکت سے

خدا کے بعض بندوں کے دلوں میں خاص تحریک مختلف وقتوں میں پیدا ہو رہی ہوتی ہے۔ اور ان کو قبولیت کے لمحے عطا ہو رہے ہوتے ہیں، اس لئے اس سارے عرصے میں کوئی ایک لمحہ بھی مومن کی اجتماعی زندگی پر ایسا نہیں آتا، جس میں روشنی نہ ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ کثرت کے ساتھ تمام دُنیا کے احمدی مسلسل دُعاؤں میں مصروف رہیں۔

جہاں تک دُعا کے لمحات کا تعلق ہے، اس سلسلہ میں بھی کچھ وضاحت پیش کرنا ضروری ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دُعا کا خاص لمحہ نصیب ہو، وہ بھی دراصل مضمون کو اُلٹ دیتے ہیں، جس طرح دن نہ نحوست پیدا کیا کرتا ہے نہ برکت پیدا کیا کرتا ہے، دلوں میں پیدا ہونے والے واقعات نحوست بھی پیدا کرتے ہیں اور برکت بھی پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح دُعاؤں کے لمحے دلوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ کوئی بیرونی وقت کا اثر ہرگز نہیں جو دُعاؤں کو مقبول لمحہ عطا کرتا ہو۔ کیفیات ہیں اور ان کیفیات کا تعلق خدا تعالےٰ کی شان کے ساتھ ہے۔ قرآن کریم نے اس فلسفہ کو اس طرح بیان فرمایا کہ

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (سورۃ الرحمٰن: آیۃ ۳۰)

کہ خدا ہر لمحے اپنی ایک خاص شان میں ہے۔ بعض لوگ اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ بعض خدا کی شانیں مقبولیت کی شانیں ہیں اور بعض نامقبولیت کی شانیں ہیں اور ہمیں مقبولیت والی شان نصیب ہو۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ خدا کی ہر شان مقبولیت کی بھی ہو سکتی ہے۔ اور غیر مقبولیت کی بھی ہو سکتی ہے، مقبولیت کی اس وقت بنتی ہے جب آپ کے دل کی شان خدا کی شان کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے جب آپ دُنیا میں آپس میں معاملات کرتے ہیں تو جو انسان کے مزاج کو آپ سمجھتے ہوں، اس کے مزاج کے لمحات کے مطابق اس سے بات کرتے ہیں اور اگر آپ اسے صحیح سمجھتے ہوں اور اچھی طرح خوب پہچانتے ہوں تو اس شخص کے مزاج کا ہر لمحہ آپ کے لئے مقبول لمحہ بن جاتا ہے۔ اگر آپ کسی کا مزاج نہ سمجھتے ہوں اور اس کے مزاج کے کسی خاص لمحے کے برخلاف بات اُس سے کریں اور اگر آپ بالکل نہ سمجھتے ہوں، اور ہمیشہ مخالفانہ بات کریں تو آپ کی ہر بات اس کے حضور نامقبول ٹھہرے گی۔ ہم آہنگی ہے جو قبولیت پیدا کرتی ہے۔ اس لئے خدا کی شان کے مطابق جب

گزشتہ سے ایک جماعت دعا میں مصروف ہو، کسی نہ کسی کے دل کو وہ ہم آہنگی کا لمحہ نصیب ہو جایا کرتا ہے اور وہ مقبولیت کی شان پیدا کیا کرتا ہے۔ جس طرح سائنس کی دنیا میں لیزر بیم کا فلسفہ ہے کہ وہ مادہ جس کی WAVE LENGTH، جس کی لہروں کے انداز، ان کے فاصلے، ان کے زیر و بم کے طریق لیزر کی لہروں کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائیں تو اس سے ایک غیر معمولی لہر اٹھتی ہے جو عام لہروں سے اتنی بلند ہوتی ہے کہ اس کی کوئی نسبت ہی نہیں ہوا کرتی۔ پس جب آپ کے دل کی کیفیت خدا کی کسی شان کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے، خاص ایسا جذبہ آپ کے دل میں پیدا ہو، جو خدا کی اس شان کے ساتھ ہم آہنگ ہو جو اس وقت خدا دکھا رہا ہے تو اتنی غیر معمولی ایک دعا کی لہر آپ کے دل سے اٹھتی ہے کہ اس کی موجیں

خدا کی رحمت کے پاؤں پر چھلکنے لگتی ہیں

اور اسے نم دار کر دیتی ہیں اور ناممکن ہے کہ پھر وہ دعا نامقبول ہو۔ تو اگر ساری جماعت اسی طرح دعاؤں میں لگی رہے، جماعت کے ہر فرد کے مختلف جذبات ہیں، مختلف کیفیات ہیں، مختلف ان کی پاکیزگی کے حالات ہیں، مختلف خلوص کے حالات ہیں، توحید کا عرفان بھی ہمیشہ ایک سا نہیں رہا کرتا۔ بعض اوقات توحید کا عرفان ایک عظیم شان کے ساتھ انسان کے سامنے ابھرتا ہے، ایسے لمحات جب خدا کی کسی شان کے ساتھ ہم آہنگ ہوتے ہیں تو اس دعا میں سے ایک عظیم قوت اٹھتی ہے اور دعا کرنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ دعا نامقبول نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بہت ہی ضروری ہے کہ ہر آدمی خواہ اپنے آپ کو چھوٹا سمجھے یا بڑا سمجھے یا عام دنیا کی نظر میں نیک ہو یا بد ہو، دعاؤں میں مصروف رہے۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ بعض دفعہ بدوں کے دل سے بھی ایک ایسی دعا اٹھتی ہے کہ جو خدا کی کسی شان کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتی ہے اور ان کی ساری عمر کی بدیاں، ان کو جہنم میں دھکیلنے میں ناکام رہتی ہیں اور اس ایک لمحے کی دعا مقبول ہو جاتی ہے اور اس کی ساری زندگی کی بدیوں کے عذاب سے اس کو بچا لیتی ہے تو

حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا کلام بہت ہی عارفانہ کلام ہے،

بہت ہی گہرا ہے اور اس کے مطالب کو سمجھنا چاہیئے۔ اس لئے میں جماعت کو متوجہ کرتا ہوں کہ دعاؤں میں مصروف رہیں اور دعاؤں کو ادلتے بدلتے رہیں، ان کے رخ پلٹتے رہیں۔ یہ بھی قبولیت دعا کا مقام حاصل کرنے کے لئے ایک اچھا راز ہے۔ اس کو سمجھنے سے آپ کو قبولیت دعا کا ایک اور فلسفہ سمجھ آ جائے گا۔ ایک ہی نہج پر۔ ایک ہی طرز پر، جس طرح طوطا بولتا ہے، یا کوئی بچہ جس نے سبق رٹا ہو وہ سبق پڑھتا ہے، اسی رنگ میں اگر کوئی دعا کرتا چلا جائے تو ہو سکتا ہے کہ اس کی ساری عمر کی دعا بھی بے معنی ہو۔ اسی لئے وہ لوگ جو وظیفوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، بسا اوقات وہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں، وہ ان باتوں کی تلاش میں رہتے ہیں کہ کونسا وظیفہ ملے جو کارگر ثابت ہو۔ حالانکہ اصل وظیفہ وہ ہے جو دل کا تعلق خدا سے پیدا کر دے اور کوئی وظیفہ یہ کام نہیں کر سکتا جب تک اسے سمجھ کر، غور کر کے، اپنے دل پر طاری کر کے، اسے ادا نہ کیا جائے۔ اور دعاؤں میں بھی آپ کو اس طرح

دعاؤں کو الٹنا پلٹنا چاہیئے

کہ آپ کے مزاج میں سے وہ روح نکالیں، آپ کے دل میں ایک گرمی پیدا کریں، آپ کی فطرت میں وہ سوز پیدا کر دیں، جس کے نتیجے میں پھر دعاؤں میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے دعاؤں کے رنگ بدلنے چاہئیں، کبھی کسی رنگ میں، کبھی کسی رنگ میں الٹ پلٹ کے دعاؤں کو مختلف رنگ میں اس طرح بیان کرنا چاہیئے کہ آپ کو محسوس ہو کہ آپ کے دل میں اس کے ساتھ ایک خاص حرکت پیدا ہوئی ہے، ایک خاص گداز پیدا ہوا ہے۔ محض رٹنا کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ کیفیات ایسے تجربے ہیں جو اچانک آپ کو نصیب ہوں گے، کوشش کریں، محنت کریں اور اپنے ذہن میں ایسے انداز سوچتے رہیں جس سے آپ کے دل میں گرمی پیدا ہو، آپ کے مزاج میں ایک خاص طرح کا روحانی لطف پیدا ہو۔ ایسی کوشش کے نتیجے میں پھر وہ لمحے آپ کو نصیب ہو سکتے ہیں جن کے نتیجے میں آپ کے دل کی شان خدا کی کسی شان کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے اور پھر از خود اپنی قوت سے ایک دعا اٹھے گی، جس کے لئے زور نہیں لگانا پڑتا، وہ دعا ایسی دعا ہو گی جو خود بتائے گی کہ میں ایک خاص لمحے کی پیداوار ہوں یا میں وہ دعا ہوں جس نے یہ لمحہ پیدا کیا ہے اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو قبولیت کے عظیم الشان نشان دکھائے جائیں گے جس دور سے ہم گزر رہے ہیں،

اس میں بعض علماء ہیں جو پہلے سے زیادہ بدبختی میں بڑھ گئے ہیں۔

ان کی زبانیں پاک ہونے کی بجائے گندی سے اور گندی ہوتی چلی جا رہی ہیں اور وہ ضد میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ بعض جگہ تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے وہ خدا سے انتقام لینے کی سوچ رہے ہیں کہ گویا نعوذ باللہ خدا ہوتا کون ہے، ایک کمزور جماعت کے حق میں نشان ظاہر کرنے والا جس کو ہم مغضوب سمجھ رہے ہیں۔ خدا کا کیا کام ہے کہ ہماری مرضی کے خلاف کسی سے رحمت اور پیار کا سلوک کرے اور ہمیں اپنے غضب کا نشانہ بنائے، گویا کہ یہ ان کا رد عمل ہے۔ اس لئے اللہ کی تقدیر ان کے متعلق جو ظاہر ہو گی، وہ تو ظاہر ہو گی لیکن اس کی رحمت کی تقدیر کا جہاں تک تعلق ہے اس کو پانے کے لئے، اسے زیادہ جذب کرنے کے لئے ہمیں ہر حال دعا سے غافل نہیں ہونا چاہیئے اور دعا میں غیر معمولی زندگی اور سوز پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔

جہاں تک تربیتی مضمون کا تعلق ہے، میں بیان کر رہا تھا کہ بعض دانشور ہوتے تو دانشور ہی ہیں یعنی جہاں تک انسانی پیمانوں کا تعلق ہے، ان کی عقل، ان کی عقل کی جلا وغیرہ اور ان کی طرز فکر کو آپ ایک دانشوری کی طرز فکر اور دانشوری کی عقل کی جلا کہہ سکتے ہیں لیکن میں نے قرآن کریم کی اصطلاح میں بیان کیا تھا کہ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ دو قسم کے دانشور ہیں۔ ایک وہ ہیں جن کی دانشوری، اللہ کی محبت اور بنی نوع انسان سے تلطف اور رحمت کے نتیجے میں جلوے دکھاتی ہے اور حرکت میں آتی ہے۔ وہ رحمت سے اور شفقت سے اپنے لئے قوت متحرکہ حاصل کرتی ہے اور ایک دانشوری وہ ہے جس کا مادہ غیظ ہے، غضب ہے، انتقام ہے اور کوئی احساس کمتری ہے۔ یہ دونوں قسم کے دانشور بالکل مختلف اثر معاشرے پر پیدا کیا کرتے ہیں اور جماعت کو میں نے نصیحت کی تھی کہ ہم میں جو دانشوروں کا ایک طبقہ نئی سوچ والا پیدا ہو رہا ہے، ان کو اپنی فکر کرنی چاہیئے۔ اگر انہوں نے اپنی فکر نہ کی تو ان کی اولادوں کی بھی کوئی ضمانت نہیں بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسا شخص خود بچ جائے لیکن اپنی اولادوں کو ہلاک کر دے۔ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ میں یہ نصیحت ہے، یہ تنبیہ ہے، جیسے افسوس ہے کہ بعض لوگ دانشور ہونے کے باوجود بھٹکا یا کرتے ہیں تو دانشوری کی اصل تعریف ان کے اوپر صادق نہیں آتی۔ دانشوری تو وہ ہے جو نتیجے کے اعتبار سے کسی کو بالآخر منفعت بخش دے۔ پھر وہ دانشوری جو نتیجے کے لحاظ سے کسی کے دامن

کو بھرنے کی بجائے، اُس کے دامن میں جو کچھ ہے وہ بھی چھین کر لے جائے، اِس کو آپ چالاکی تو کہہ سکتے ہیں، اس کو دانشوری نہیں کہہ سکتے۔ سوال یہ ہے کہ اِن لوگوں کو کیا کرنا چاہئیے کیونکہ میں تو تنقید کی نظر سے تنقید کر ہی نہیں رہا۔ مجھے تو وہ بھی پیارے ہیں جو ایسی حرکتیں کرتے ہیں اور جماعت میں شامل ہیں اور اِن معنوں میں پیارے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے، وقت کی آواز پر انہوں نے لبیک کہا، قربانیوں میں بھی حصّہ لیتے ہیں۔ اِس لئے میں نہیں چاہتا کہ انہیں دُکھ پہنچے اور وہ یا اُن کی اولادیں ضائع ہوں تو صرف تنقید مقصود نہیں بلکہ اُن کو بچانا مقصود ہے اس کے لئے کیا طریق اُن کو اختیار کرنا چاہئیے۔ آج میں دو باتیں اُن کے سامنے رکھتا ہوں۔

اوّل یہ کہ ہر تنقید کا جائزہ لیا کریں اور زبان پر بات لانے سے پہلے اپنے دل کو ٹٹولا کریں کہ یہ تنقید پیدا کیوں ہوئی تھی؟ کیا خدا اور اس کے رسول کی محبت کے نتیجے میں یا بنی نوع انسان سے شفقت کے نتیجے میں پیدا ہوئی تھی یا تنقید سے ہم نے کوئی انتقامی جذبہ ٹھنڈا کیا ہے اور تنقید کرتے ہوئے منفی لذت حاصل کرتے ہیں۔ یہ جو نفس کا تجزیہ ہے یہ بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ دانشوری کا مادہ تو بہر حال ان میں موجود ہے خواہ اس کا رُخ غلط ہو جائے بعد میں۔

اِس لئے ایسے لوگ جو دُوسروں پر تنقید کر سکتے ہیں وہ اپنے پر بھی تنقید کی اہلیت رکھتے ہیں۔

بسا اوقات سوچتے نہیں ہیں، اس لئے وہ نہیں کرتے۔ وہ تنقید کریں اور اس تنقید کے دوران بعض طریق ایسے ہیں جن سے انہیں جلد ہی اپنی بات کی سمجھ آسکتی ہے۔ مثلاً تنقید کرتے وقت اُن کو لذت محسوس ہوتی ہے یا دکھ محسوس ہوتا ہے۔ یہ دو باتیں ایسی ہیں جو بالکل کھلا کھلا فرق کر دیتی ہیں۔ پھر یہ کہ جس شخص سے کوئی غلطی ہوئی ہے، کیا اُس کی غلطی کے اُوپر اُن کو لطف نہیں آیا تھا کہ ہاں اب یہ میرے قابو آیا۔ انہوں نے محسوس نہیں کیا تھا کہ ہاں اب میں پکڑوں گا اِس کو۔ اب کس طرح مجھ سے بچ سکتا ہے؟ اب جب میں اِس کی شکایت کروں گا تو جس کے پاس شکایت کروں گا وہ کس طرح اب اِس کی طرف داری کر سکتا ہے۔ اِس موقعہ پر میں نے اس کو پکڑ لیا ہے۔ یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے یا استغفار کا جذبہ پیدا ہوتا ہے؟ اور انسان سوچتا ہے کہ اُس سے غلطی ہو گئی، اِس سے جماعت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ میں اِسے سمجھاؤں، میرا بھائی ہے اور بہت سی نیکیاں ہیں، لیکن نادانی میں اس نے یہ غلطی کر دی۔ اب یہ دونوں جذبے الگ الگ ہیں اور اگر انسان باشعور طور پر اپنے نفس کا تجزیہ کرے تو فوراً پہچان سکتا ہے کہ اصل محرک کیا تھا اور حقیقت میں یہ وہ تنقید ہے جو قرآن کریم کے اولوا الالباب کیا کرتے ہیں۔ اِس ضمن میں بہت سے اور بھی ایسے مابہ الامتیاز ہیں، فرق کرنے والے معاملات، جو ایک اپنے نفس پر تنقید کرنے والا اِس تنقید کے دوران سمجھ سکتا ہے، معلوم کر سکتا ہے اور اِس لمبی بحث میں میں اِس وقت نہیں پڑنا چاہتا لیکن اگر دیانت داری سے کوئی اپنی تنقید کا تجزیہ پہلے کر لیا کرے اور اِس پر خوب غور کر لیا کرے تو وہ کئی قسم کی ہلاکتوں سے بچ سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے تنقید کرنے والوں کی بیماری کے متعلق یہ فرمایا کہ جب یہ بہت بڑھ جاتی ہے اور عادت مستمرہ بن جاتی ہے، جو اُن کے ساتھ ہمیشہ کے لئے جُڑ جاتی ہے تو اِس بیماری کو پھر

روحانی اصطلاح میں جُذام کہا جاتا ہے

یعنی کوڑھ کی بیماری اور اس کی کھلی کھلی پہچان آپ نے یہی بیان فرمائی کہ پھر گہری تنقید کا جائزہ لینے کا بھی سوال نہیں۔ یہ بات خوب کھل کے سامنے آجاتی ہے کہ ایسے شخص پھر دوسرے کی تکلیف سے لذت اُٹھانے لگ جاتے ہیں۔ غلطیوں کی بحث نہیں رہتی کوئی بھی کسی پر مصیبت پڑے تو وہ لطف اُٹھاتے ہیں۔ ایسی باتیں چاشنی کے ساتھ مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں۔ اور کسی کو فائدہ پہنچ جائے تو ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ یہ بیماری جذام ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک موقعہ پر فرمایا :-

فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ۔
(مسند احمد بن حنبل جلد نمبر ۲ صفحہ ۴۴۳)

کہ مجذوم سے اِس طرح دوڑو جس طرح شیر سے ڈر کر بھاگتے ہو۔ اِس پر بہت سے علماء نے بحثیں اُٹھائی ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم جو اتنے شفیق تھے، جو بیماروں کی تیمار داری خود بھی ہمیشہ کیا کرتے تھے اور اسی کی نصیحت فرماتے تھے۔ یہ ہو نہیں سکتا تھا کہ کوئی تکلیف میں مبتلا ہو اور آپ اُس تک نہ پہنچیں اگر پہنچ سکتے ہوں۔ یا اپنے غلاموں کو یہ نصیحت نہ کریں کہ اُن کے گھر تک پہنچو، اُن کی عیادت کرو۔ اور عیادت کے مضمون کو آپ نے اس کثرت سے بیان فرمایا اور اتنا اُٹھایا ہے کہ اہم نیکیوں میں اِس کو شامل فرما دیا۔[1] اور دوسری طرف یہ ارشاد کہ

فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ۔ مجذوم سے اِس طرح دوڑو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔

بعض علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ اِس سے مراد روحانی بیماری ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس بیماری کی نشان دہی بھی فرما دی ہے کہ روحانی اصطلاحوں میں مجذوم ہوتا کون ہے۔ پس اگر ایسے دانشور اپنے قدم وقت پر نہیں روکیں گے تو میں اُن کو متنبہ کرتا ہوں کہ اُن کی بیماری بڑھ کر جذام میں داخل ہو جائے گی اور پھر اِس کا علاج کوئی نہیں، پھر یہ زندگی بھر ساتھ رہتی ہے اور جس طرح کوڑھی کا ظاہری بدن بیماری کے نتیجے میں بدصورت ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور بدشکل ہوتا چلا جاتا ہے اور لوگ اُس سے ڈر کر بھاگتے ہیں، اسی طرح ایسا بیمار جو روحانی طور پر مجذوم ہو جائے، اُس سے

خدا کے نیک بندے واقعۃً بھاگتے ہیں۔

وہ سوسائٹی میں چھوڑ دیا جاتا ہے، اس سے نفرت کرنے لگ جاتے ہیں ایسی نفرت جو بے اختیار ہے، جو سوچ کر نہیں کی جاتی، لیکن لوگ پسند نہیں کرتے کہ ایسے شخص کی مجلس میں بیٹھیں۔ پس جو اِس حد تک پہنچ جاتے ہیں، جو اڈوں کے سردار بن جاتے ہیں وہ چونکہ جذام پھیلانے لگتے ہیں۔ اس لئے وہ نوجوان نسلیں جو اِن باتوں کو نہیں سمجھتیں، اُن کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ پھر اُن لوگوں کے پاس نہ جایا کریں، اُن کے پاس نہ بیٹھا کریں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے :

فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ

پھر اِن کا مقدر یہی ہے کہ اِن کو تنہا چھوڑ دیا جائے ورنہ یہ اِس بیماری کو آگے لگائیں گے۔

قرآن کریم نے ایک دُعا سکھائی ہے، یہ دوسری بات ہے جو میں اِن کو سمجھانا چاہتا ہوں۔ اِس دُعا سے استفادہ کریں اور جب دِل میں کسی ایسے مؤمن بندے کے لئے نفرت پیدا ہو یا غصّہ پیدا ہو، جو کمزوریاں بھی رکھتا ہوگا لیکن فی الحقیقت

---

[1] صحیح البخاری۔ کتاب المرضیٰ۔

ایمان لانے والا ہے اور ایمان لا کر خدمتِ دین میں مصروف رہنے والا ہے تو ایسے موقعہ پر دعا سے فائدہ اٹھائیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔ قرآن کریم کی جس آیت کی میں نے تلاوت کی تھی اس میں یہی دعا مذکور ہے۔ فرمایا:-

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا ۔۔۔ (سورۃ الحشر: الآیۃ ۱۱)

کہ وہ لوگ جو انصار اور مہاجرین کے بعد آئے، کیونکہ پہلا جو مضمون ہے یہ انہی کا بیان ہو رہا ہے۔ یعنی جنہوں نے براہ راست حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ویسی صحبت نہیں پائی جیسی مہاجرین اور انصار کو نصیب ہوئی۔ ان لوگوں کو کیا کرنا چاہئے۔ اُن میں سے بعض ایسے ہیں جو یہ کرتے ہیں۔ یہ خدا بیان فرما رہا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی تربیت کے نتیجے میں وہ یہ پہلے سے دعا کر رہے ہیں۔ وہ دعا کیا ہے۔

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ۔ (سورۃ الحشر: الآیۃ ۱۱)

کہ اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی بخش دے الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ کہ جو ایمان میں ہم پر سبقت لے گئے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جس کی یہ حالت ہے کہ بجائے اس کے کہ اُن سے نفرت کریں یا جلیں یا اُن کی نیکیوں پر طیش کھائیں کہ ان کو کیا تکلیف مل رہی ہے، یہ کیا اپنی طرف سے بڑے خدمت گار بنے ہوئے ہیں۔ وہ ان کی نیکیوں کو، ان کی کوششوں کو دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے خدا! ہمیں بھی بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے۔ بخشنے کا کیا سوال پیدا ہوا ہے۔ بخشنے کا تعلق غلطیوں سے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تربیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایسی فرمائی تھی کہ جب وہ دوسرے کی غلطی دیکھتے تھے تو اس غلطی کو نفرت اور تنقید کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے بلکہ اُس سے ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا تھا کہ ان سے بھی غلطیاں ہو رہی ہیں جو ہم سے پہلے تھے ایمان میں، تو ہم سے کیوں نہ ہوئی ہوں گی۔

ہم تو بعد میں آنے والے ہیں۔

اس لئے ہم ہو سکتا ہے کہ ان سے بڑھ کر غلطیوں میں مبتلا ہوں، تو کسی کی غلطی دیکھ کر اُن کا دل استغفار کی طرف مائل ہوتا تھا، اپنے لئے بھی اور اُن کے لئے بھی۔ سَبَقُوْنَا کا مضمون دو باتیں ظاہر کرتا ہے۔ ایک وہ جو ان آیات کے سیاق و سباق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ زمانے کے لحاظ سے پہلے تھے اور ایک دوسرا مضمون ہے جو مستقلاً لفظِ سبق میں داخل ہے اور وہ سبقت لے جانا، آگے بڑھ جانا۔ تو اس دعا کو ان دونوں مفہوموں کو سامنے رکھ کر کرنا چاہئے۔ یہ دعا صرف ان لوگوں کے تعلق میں نہیں ہے جو زمانے کے لحاظ سے پہلے تھے بلکہ ان لوگوں سے تعلق میں بھی ہے جو نیکیوں میں کسی لحاظ سے سبقت لے جا رہے ہیں اور چونکہ قرآن کریم نے حسد کے خلاف تعلیم دی ہے اور حسد، رشک کی بگڑی ہوئی صورت پیدا کرتی ہے۔ رشک پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ اس لئے قرآن کریم چونکہ باریک بیماریوں کا بھی علاج رکھتا ہے۔ قرآن کریم نے اس طرف توجہ دلا دی کہ اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے اس کے کہ معاملہ بڑھے اور رشک حسد میں تبدیل ہو، تم یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ! ہمیں بھی بخش۔ ہم تو بعد میں ہیں۔ یہ لوگ جو ہم سے سبقت لے گئے ہیں۔ اور ان سے بھی غلطیاں ہو رہی

ہیں۔ اِن کو بھی معاف فرما دے تو جو شخص اپنے کسی بھائی کی غلطی پر اُس کی معافی کی دعا کر رہا ہو رات کی تنہائی میں اکیلے بیٹھ کر، اُس سے وہ بغض کیسے کر سکتا ہے لیکن اِس کے ساتھ اِس مضمون کو مزید کھول دیا۔ فرمایا

الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ (سورۃ الحشر: الآیۃ ۱۱)

یہاں سبقت کا مضمون پیچھے چھوڑ کر اس دعا کو زیادہ وسیع فرما دیا اور فرمایا وہ یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ اے خدا! ہمارے دل میں کسی ایمان لانے والے کے متعلق کوئی بغض، کوئی کجی پیدا نہ ہو، کوئی کینہ پیدا نہ ہو۔ صرف یہی نہیں کہ جو پہلے بڑھ گئے ہیں یا آگے نکل گئے ہیں بلکہ

ہر شخص جو وقت کے منادی کرنے والے پر ایمان لاتا ہے،

اُس کے متعلق ہم تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ ہمارے دل میں غِل نہ پیدا ہونے دینا، کسی قسم کا بغض نہ پیدا ہونے دینا۔ اِس دعا کے نتیجے میں وہ سوسائٹی اُبھرتی ہے، وہ معاشرہ وجود میں آتا ہے جس میں مومن دوسرے مومن سے بھائی کی طرح محبت کرنے لگتا ہے اور وہ دعائیں بھی قرآن کریم میں بیان ہیں۔ وہ مضمون بھی الگ بیان ہیں لیکن یہ وہ ابتدائی منزل ہے جس سے دل اس حد تک صاف ہو جاتا ہے کہ پھر اس پر بھائی کی محبت کا نقش جم سکتا ہے۔ اگر غل پیدا ہو جائے تو ایسے دل پر پھر کوئی محبت کا نقش نہیں جم سکتا تو

یہ آیت دل کی صفائی سے اور تزکیے سے تعلق رکھتی ہے

اس کے بعد پھر دوسری قرآنی تعلیم آپ کے دل پر نئے نئے حسین نقش جمائے گی اور آپ کو اپنے مومن بھائیوں کے لئے اپنے دلوں میں بے انتہا محبت محسوس ہو گی، تو یہ دو نصیحتیں اُن کے لئے ہیں جو کسی قسم کے غل کا رجحان اپنے بھائیوں کے لئے رکھتے ہیں۔ اللہ ان کی دانشوری کو صحیح رستوں پر چلائے اور انہیں وہ عرفان نصیب کرے جو حقیقی دانشوری ہے کیونکہ دانشوری صرف عقل کا نام نہیں ہے۔ دانشوری عرفان کا نام ہے حقیقت میں۔ اور اس کے نتیجے میں عقل کے ساتھ دل کا تعلق قائم ہو جاتا ہے اور اس میں ایک لذت پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرا میں نے بالعموم بعض کمزوریوں کی طرف اشارہ کیا تھا اور بتایا تھا کہ یہ کمزوریاں بیرونی معاشرے سے لازماً ہمارے معاشرے میں سرایت کرنے کا رجحان رکھتی ہیں اور ہمیں ان کے خلاف ایک عظیم الشان جہاد کرنا چاہئے۔ کچھ منتظمین کو مخاطب کرتے ہوئے باتیں سمجھائی تھیں اور کچھ افراد کو مخاطب کرتے ہوئے سمجھانے کا سلسلہ شروع کیا تھا اب میں وقت کے لحاظ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ جس طرح لفظ فِرّ استعمال ہوا ہے مجذوم کے تعلق میں، اِسی لفظ کا ایک اور استعمال قرآن کریم میں ہمیں ملتا ہے اور وہ منفی معنوں میں نہیں بلکہ مثبت معنوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ (سورۃ الذاریات: الآیۃ ۵۱)

تم اللہ کی طرف فرار اختیار کرو۔ فرار کسی چیز سے ہوتا ہے۔ فرار ہمیشہ خوف سے پیدا ہوتا ہے۔ عربی میں جو لفظ فرار ہے، اس میں اس کے ایک طرف خوف کا عنصر پایا جاتا ہے۔ کسی چیز سے ڈر کر، دوڑ کر، گھبرا کر دوسری طرف بھاگنا۔ اب لفظ فرار بتا رہا ہے کہ تقویٰ کا اصل معنی یہ ہے۔ اگر تقویٰ کا مطلب خدا کا خوف اُن معنوں میں ہو جو ہم عام معنوں میں خوف کے معنی سمجھتے ہیں تو پھر خدا سے دوڑنا چاہئے نہ کہ

تقویٰ خدا کی طرف دوڑنے کا نام ہے

اور کبھی ڈر کے خوف کے نتیجے میں خدا کی پناہ میں آنے کو تقویٰ کہتے ہیں، بچنا مخلوقات سے نہیں بلکہ خدا کی گود میں آکر بچنا، خدا کی حفاظت میں آکر بچنا اور وہ ہے گناہوں سے ڈرنا۔ گناہوں سے فرار اختیار کرنا۔ گناہوں سے فرار اختیار کرنے کے دو طریق ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ گناہ کو اس لئے ترک کر رہے ہیں کہ آپ کو معلوم ہے کہ گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ناپسند کرتا ہے اور آپ اس گناہ کو چھوڑ دیتے ہیں)۔ یہ جو طریق ہے یہ ثواب کے لحاظ سے تو اچھا ہے لیکن مشکل بہت ہے اور مسلسل انسان ایک جدو جہد میں مبتلا رہتا ہے اور مصیبت میں مبتلا رہتا ہے۔ ایک چیز اچھی لگ رہی ہے اور آدمی کہتا ہے، نہیں! خدا کی خاطر چھوڑنا ہے۔ ہر وقت اپنے نفس کی ایک خواہش کا انکار اس کے ساتھ جاری رہتا ہے اور ایسے لوگ پھر جب اکثر دعا کے لئے اپنے حالات لکھتے ہیں تو بہت پریشانی میں یہ مطلع کرتے ہیں کہ ہم خدا کی خاطر گناہ چھوڑتے ہیں، جدو جہد کرتے ہیں، روتے ہیں، دعائیں مانگتے ہیں، پھر اسی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، پھر دوبارہ یہ سلسلہ شروع ہو جاتا ہے کہ پھر اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اگر اخلاص کے ساتھ یہ جدو جہد کی جائے تو بالآخر ایک قلبی تکلیف کے دور سے گذر کر انسان اس سے نجات پا جاتا ہے۔ یہ کوئی ناکام رہنے والا طریق نہیں ہے لیکن مشکل رستہ ہے۔ ایک اور طریق یہ ہے کہ گناہ کا عرفان پیدا کریں۔ گناہ کا بھی ایک عرفان ہوا کرتا ہے۔ گناہ کا شعور پیدا کریں اور اپنے خیالات میں، اپنے تفکرات میں بلوغت پیدا کریں۔ اب ایک خوبصورت رنگوں کا سانپ کسی بچے کو اچھا لگتا ہے، آپ کو بھی اچھا لگ رہا ہوتا ہے لیکن اگر وہ سانپ زہریلا ہو اور خطرناک ہو تو ایک بالغ نظر انسان بعض دفعہ اس رنگ سے ہی متنفر ہو جاتا ہے جو ایک سانپ کے اوپر دلکشی پیدا کر رہا ہے۔ یعنی ایسا ردّ عمل ہوتا ہے کہ بعض رنگوں کو، بعض زہروں سے تعلق کی بناء پر انسان ناپسند کرنے لگ جاتا ہے اور بعض دفعہ لاشعوری طور پر ایسے رنگوں سے بھی الرجی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے نقائص اور ایسے رنگ طبیعت میں ایسا ردّ عمل پیدا کرتے ہیں کہ انسان بیمار پڑ جاتا ہے۔ یہ ایک بڑا وسیع تجربے کا مضمون ہے لیکن بچہ بیچارہ! اس کو یہ تو پتہ ہے کہ خوبصورت چیز ہے۔ وہ ہاتھ اس طرف بڑھاتا ہے، لیکن اس کو یہ نہیں پتہ کہ اس کے اندر کیا بدی پوشیدہ ہے، اس سے اس کو کیا نقصان پہنچے گا۔ اب ایسا بچہ اگر رُکتا ہے تو ماں باپ کی نصیحت کی وجہ سے رُکتا ہے اور بسا اوقات اس وقت تک رُکتا ہے، جس وقت تک ماں باپ اس کو دیکھتے رہتے ہیں۔ جب اس کا یہ شعور کہ ماں باپ مجھے دیکھ رہے ہیں، اس کا ساتھ چھوڑ دے اور وہ واقعۃً یا اپنے خیال میں یہ سمجھ رہا ہو کہ میں ماں باپ کی نظر سے الگ ہو گیا ہوں تو کوئی بعید نہیں کہ وہ اسی سانپ کے منہ میں پھر ہاتھ مار دے۔ انسان کی بھی یہی کیفیت ہے۔ ہر لمحہ، ہر وقت خدا کو حاضر سمجھنا یہ ایک بہت مشکل کام ہے اور بہت لمبے تجربے اور دعا کے نتیجے میں یہ وقفہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ زندگی کے ساتھ ساتھ کہ انسان کو خدا کے حاضر ناظر رہنے کا احساس رہے اور اس منزل سے پہلے اتنے مراحل ہیں کہ بعض انسانوں کی زندگی میں بعض دفعہ سالوں میں ایک لمحہ ایسا آتا ہے جس میں انہیں خدا کے وجود کا شعور پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ بھول جاتے ہیں۔ بعضوں کی زندگی میں مہینوں میں آتا ہے۔ بعضوں کی زندگی میں ہفتوں میں آتا ہے۔ بعضوں کی زندگی میں روز ایسے لمحے آنے لگتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے۔ کیا ایسا لمحہ تمہارے دل پر نہیں آیا کہ

خدا کے خوف خدا کی خشیت سے تمہارے دل پارہ پارہ ہو جائیں اور

کانپنے لگ جائیں۔

یہ وہ لمحات ہیں جو گناہوں سے بچاتے ہیں لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ شعور کے بڑھنے، اس کے پھیلنے، اس کی وسعت کے ساتھ ساتھ یہ گناہ سے بچنے کا مزاج بڑھتا چلا جاتا ہے تو اصل حقیقت یہی ہے کہ گناہ کے متعلق شعور پیدا کریں کہ یہ چیز خطرناک ہے اور بُری ہے اور نقصان دہ ہے۔ بعض دفعہ یہ شعور اپنے تعلق سے پیدا نہیں ہوتا، دوسرے کے تعلق سے پیدا ہو جاتا ہے اور نہایت گندے معاشرے میں جہاں ایک دوسرے کو بُری نظر سے دیکھنا کوئی برائی نہیں سمجھی جاتی۔ وہاں بعض موقعہ پر لوگ ایک دوسرے کو ماں بہن کی گالیاں دیتے ہیں۔ اس نسبت سے وہ لمحے ہیں اُن کے لئے شعور کے، وہ جب دوسرے کی ماں بہنوں سے وہ سلوک کر رہے ہوتے ہیں تو اُن کے دل میں کوئی چٹکی نہیں لی جاتی، کوئی تکلیف کا احساس پیدا نہیں ہوتا لیکن جب ایک مشتعل آدمی اُن کو، اُن کی ماں بہن کے تعلق سے وہ باتیں کہتا ہے جو وہ دوسروں کی ماں بہنوں کے تعلق سے بالکل معمولی سمجھ رہے ہوتے ہیں تو دل میں ایک شدید درد پیدا ہوتی ہے، چٹکی لی جاتی ہے، کانٹے چبھتے ہیں اور بعض دفعہ یہ مجرم ہونے کے باوجود اتنا مشتعل ہو جاتا ہے کہ ایسی باتیں کرنے والے کو قتل بھی کر دیتا ہے۔ یہ اُس کے لئے شعور کا ایک لمحہ ہے لیکن خدا کے تعلق سے نہیں، اپنی انانیت کے تعلق سے۔ اس لئے ایسا شخص نجات نہیں پا سکتا۔ بعض دفعہ اور مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو گناہ کی پہچان اِن نسبتوں سے بھی کرنی چاہیئے کہ گناہ ہے کیا؟ کیوں ہے؟ چوری اگر بُری ہے تو چور کو یہ سوچنا چاہیئے کہ

اگر اُس کی چوری ہو تو اُس کو کیا تکلیف ہوتی ہے؟

اور وہ معاشرے میں یہ تکلیف پہنچا رہا ہے۔ یعنی یہ ایک بالکل ابتدائی شکل ہے شعور کی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ انسان جو اولوالالباب ہو، اُس کو خدا تعالیٰ ایسے فہم عطا کرتا چلا جاتا ہے اور اُس کی نظر کو ایسی باریکی عطا کرتا چلا جاتا ہے کہ وہ گناہوں کی تہہ تک پہنچ کر اُن کا شعور حاصل کرنے لگتا ہے اور جب شعور حاصل کر لے تو پھر یہ جدّ و جہد ختم ہو جاتی ہے کہ خدا نے منع کیا ہوا ہے اس لئے میں نے اِس شیطان کے منہ میں انگلی نہیں ڈالنی۔ پھر انسان خود متنفر ہونے لگتا ہے۔ اُن چیزوں میں جہاں وہ پہلے لذت پاتا تھا، اُن میں لذت نہیں رہتی بلکہ گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے، خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے بچپن سے ماں باپ کو گناہوں کے مضمون کو اپنی اولاد کو اس طرح سمجھانا چاہیئے کہ گناہ کا شعور پیدا ہو جائے۔ خاص طور پر یہ نسخہ مغربی سوسائٹی میں استعمال کرنے کے لئے بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ یہاں آپ جتنا بھی چاہیں، اپنی اولاد کو مغربی معاشرے سے بچانے کی کوشش کرتے چلے جائیں۔ اگر وہ شعور سے عاری ہیں، تو اُن کی زندگی کے اکثر لمحات ایسے ہیں جب کہ وہ سمجھتے ہیں کہ نہ ماں باپ ہمیں دیکھ رہے ہیں اور نہ ہمارا خدا ہمیں دیکھ رہا ہے، پھر لذت جس طرف اُن کو کھینچے گی وہ لازماً اُس طرف جائیں گے، کوئی دُنیا کی طاقت اُن کو روک نہیں سکتی۔ اس لئے گناہوں کا شعور اولاد کے دل میں پیدا کرنا اور اُن کی اِس معاملے سے تربیت کرنا کہ کوئی چیز کیوں منع ہے؟ اس میں کیا خرابیاں ہیں؟ اور بعض دفعہ چھوٹے چھوٹے تجربوں کے ذریعہ اُن کو اُن خرابیوں کا احساس دلانا، یہ ہے جس کا تعلیم کی حکمت سے تعلق ہے۔ پس اسی لئے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جو دُنیا کا سب سے بڑا مزکّی قرار دیا گیا تو آپ کی تعریف میں یہ بات داخل فرمائی کہ

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ... (سورۃ الجمعۃ: الآیۃ ۳)

اس شان کا مزکّی آیا ہے جو محض تعلیم پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ تعلیم کی حکمتیں بھی بیان کرتا ہے۔

اُن کو سمجھاتا ہے، اُن کے دل کے ساتھ اُن کے دماغ کو قائل کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ گناہ کو گناہ سمجھ کر، ایک زہر سمجھ کر دیکھنے لگ جاتے ہیں، اُس کو پہچاننے لگ جاتے ہیں اور اُس سے وہ اُسی طرح بھاگتے ہیں جس طرح مجذوم سے بھاگنے کا حکم ہے۔ پس فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ کا یہ مطلب ہے۔ اللہ کی طرف دوڑو اور یہ دوڑ شعور کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی آپ کو اِس دوڑ کی تحریک دل میں پیدا نہیں ہو گی جب تک آپ گناہ کا شعور حاصل نہیں کریں گے۔ یہ وہ مستقل چیزیں ہیں جن کے بغیر ہماری سوسائٹی لمبے عرصے تک سنبھالی نہیں جا سکتی۔ جو وقتی اقدامات ہیں وہ میں نے بیان کئے، جو سطحی اقدامات ہیں وہ بھی بیان کئے۔ یہ بھی بتایا کہ بعض جگہ جراحی کی ضرورت بھی پیش آئے گی۔ بعض ایسے بھی لوگ ہوں گے جن کو آپ مجذوم سمجھ کر اُن کی سوسائٹی میں جانا چھوڑ دیں لیکن یہ نسبتاً سطحی باتیں ہیں۔ اصلی بنیادی اور گہری بات یہی ہے کہ گناہ کے شعور سے ایک روحانی فراست نصیب ہوتی ہے۔ دونوں طرف معرفت کی ضرورت ہے۔ ایک معرفت دوسرے کی معرفت کو بڑھاتی ہے اس لئے گناہ کا شعور حاصل کریں تو آپ فِرُّوْا اِلَی اللّٰہ کی حالت میں داخل ہو جائیں گے۔ خود بخود یہ شعور آپ کو اپنے خدا کی طرف دوڑائے گا اور کہیں اور پناہ نہیں ملے گی۔ یہی تقویٰ کا بنیادی مفہوم ہے جس کو سمجھے بغیر انسان کی سچی اصلاح ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو بالعموم ساری دنیا میں توفیق بخشے کہ جس عظیم اور نازک اور تاریخی اور نہایت اہم دور سے ہم گزر رہے ہیں، اس کے تقاضے خدا کی عطا کردہ توفیق کے ساتھ پورے کریں، اور گناہوں کو لذت کے ساتھ چھوڑیں، تکلیف اور مصیبت کے ساتھ نہیں بلکہ پورے کامل اطمینان کے ساتھ کہ ہاں اب ہم امن میں آ گئے ہیں اور یہ امن خدا کی گود کے سوا اور کہیں نصیب نہیں ہو سکتا۔

سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا انٹرویو

جو بی۔ بی۔ سی لندن سے ۲۲ مارچ ۱۹۸۹ء کو نشر ہوا

"...... جماعت احمدیہ تقریبات منا رہی ہے اور اس موقعہ پر دُنیا کے مختلف ملکوں میں تقریبات ہوں گی اس سلسلے میں ہمارے ساتھی رضا علی عابدی نے جماعت احمدیہ کے سربراہ اعلیٰ مرزا طاہر احمد سے گفتگو کی اور اُن سے پوچھا کہ اس تقریب کا پس منظر کیا ہے ...... اس کی کیا اصلیت ہے۔

(فرمایا) آج سے تقریباً سو سال پہلے ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو جماعت احمدیہ کی باقاعدہ رسمی طور پر بنیاد ڈالی گئی۔ بیعت کے ذریعہ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے پہلی مرتبہ یہ رسم ادا کی.... جماعت کا آغاز ہوا۔

(سوال) اس موقعہ پر آپ کو پوری دُنیا میں کیا کچھ کرنا ہے؟ مختصراً مقصد بتا دیجئے؟؟

(فرمایا) سب سے پہلے یہ کہ ہم پورا سال اظہارِ تشکر کا سال منا رہے ہیں۔ اور یہ خوشیاں اس قسم کی نہیں ہیں کہ جیسے رنگ رلیاں ہوتی ہیں یا میلے ہوتے ہیں۔ سب سے اہم پروگرام یہ ہے کہ قرآن کریم کے ایک سو سے زائد زبانوں میں تراجم کر کے شائع کیا جائے۔ اس کے پچاس تیار ہو چکے ہیں۔ اور باقی ایک سو زبانوں میں پورے قرآن کریم کا تو ابھی نہیں۔ لیکن اس میں سے ابھی ہم نے بعض اوقات سنت النبی آیات کا انتخاب کر کے جو آج کی دُنیا کو پیغام دے سکیں وہ آج سے پہلے ۱۱۸ زبانوں میں ترجمہ کر کے طبع کروا لیا ہے۔ اس کے علاوہ احادیث نبویہ پر اس سے پہلے بہت کم کام ہوا ہے۔ تو احادیث کا انتخاب کر کے بھی اس میں بھی ۱۱۸ زبانوں میں ترجمہ کروا کے یہ ہم اس سال تمام دُنیا کو اسلام کی طرف سے تحفہ پیش کریں گے۔

(سوال) اور کچھ نمائشیں، جلسے، کنونشنیں، اجتماعات؟

(فرمایا) جلسے بھی ہوں گے لیکن زیادہ زور بنی نوع انسان کی خدمت کے کاموں پر ہے۔ یہاں تک کہ تمام دُنیا میں قیدیوں تک پہنچنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یعنی تمام جیلوں سے رابطے قائم کئے جا رہے ہیں۔

(سوال) میرے علم میں یہ ہے کہ اس موقعہ پر جو منصوبہ بنایا گیا ہے اس میں چاروں آئٹم شامل ہیں؟

(فرمایا) اس میں سے تین تو بیان کر دیئے ہیں۔ چوتھا ہے رفاہ عام کے مختلف کام ہسپتالوں کا اجراء۔ سکولوں کا اجراء۔ غریب ممالک کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش ایسے پریشان حال لوگ جن کا کوئی پُرسانِ حال نہیں ان کو سہارا دینے کی کوشش یتیموں کی خبر گیری تمام دُنیا کے یتیموں کی خبر گیری کے لئے کوشش ہو گی اور پاکستان میں بھی انشاء اللہ ـــــ اسی قسم کے تفصیلی کام ہیں۔ اور اس میں بہر حال یہ بھی شامل ہے کہ جلسے بھی ہوں گے۔ اور اسلام کا تعارف کروایا جائے گا۔

(سوال) ایک آپ کو بین الاقوامی کنونشن (میری اطلاع کے مطابق) منعقد کرنا ہے؟

(فرمایا) وہ کنونشن تو دراصل ربوہ میں ہی ہونا چاہئیے۔ لیکن بد قسمتی ہے کہ پنجاب گورنمنٹ نے کل ہی باقاعدہ حکم جاری کر دیا ہے کہ ربوہ میں جشن منانے کی کوئی صورت بھی اختیار نہ کی جائے یہ پہیر کے روز بتایا گیا! اور یہ کہ اچھے کپڑے پہن کر بھی باہر نہیں آنا۔ بچوں کو مٹھائی بھی نہیں دینی، اور جلوس جلسے کا تو سوال ہی نہیں۔ بغیر معمولی بتیاں بھی روشن نہیں کرنی۔ جس سے شبہ ہو کہ تم خوشی منا رہے ہو۔

(سوال) آپ لندن میں بھی جلسے منعقد کر رہے ہیں؟

(فرمایا) سب دُنیا میں جلسے ہوں گے۔ جو مرکزی جلسہ ہے وہ تو دراصل جہاں ہیڈ کوارٹر ہے جماعت کا وہیں ہونا چاہئیے تھا۔ لیکن جہاں جس جلسے میں میں شامل ہوں گا وہ بھی ایک قسم کا مرکزی جلسہ بن جائے گا۔ لیکن میں صرف لندن میں ہی نہیں بلکہ دُنیا کے بہت سے بڑے ممالک کے جلسوں میں شرکت کر رہا ہوں۔

(سوال) کیا غیر مسلموں تک ترویج و اشاعت کا بھی پروگرام ہے؟

(فرمایا) بہت وسیع بہت تفصیلی کثرت کے ساتھ غیر مسلموں کو بلا کر اسلام کے محاسن پر تقاریر ہوں گی۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ان سے تقاریر کروائی جائیں گی۔ تاکہ وہ شامل ہوں ہمارے ساتھ اور ان کی غلط فہمیاں دور ہوں اور ان کے جو مشہور دانشور ہیں ان کی زبان سے جب اس ملک کے باشندے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں کلمات سنیں گے۔ تو زیادہ اثر ہو گا۔

مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی ایڈیشنل ناظر دعوۃ و تبلیغ کا دورہ کیرلہ

مورخہ ۲۹ اپریل کو جماعت ہائے احمدیہ کیرلہ اپنے جشن تشکر احمدیہ جوبلی کے سلسلہ میں کیناپور میں اپنا تبلیغی جلسہ منعقد کر رہی ہیں اس میں شرکت کے لئے مرکز قادیان سے مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی ایڈیشنل ناظر دعوۃ و تبلیغ و عزیزم مکرم مولوی کے زین الدین صاحب حاؔمد تشریف لے جا رہے ہیں احباب اس جلسہ کی کامیابی اور بابرکت نتائج کے لئے دُعا کریں۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

منقولات

مرزا طاہر احمد کا رشدی کے خلاف مظاہروں میں ہلاک ہونے والوں کے لواحقین کی کفالت کا اعلان

اسلامی ممالک مشترکہ طور پر عالمی رائے عامہ اور اقتصادی دباؤ ڈالنے کے لئے اقدام کریں

لندن ملت رپورٹ جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے اعلان کیا ہے کہ سلمان رشدی کے خلاف دنیا بھر میں مظاہروں میں جان بحق ہونے والے افراد کے لواحقین کی کفالت جماعت احمدیہ کرے گی جماعت احمدیہ کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مرزا طاہر احمد نے کہا کہ اگر ان مظاہروں پر چند مولویوں نے لوگوں کو ابھارا اور معصوم افراد نشانہ بنے مگر یہ افراد ناموس رسول پر قربان ہوئے ہیں اس لئے ان کے لواحقین کی کفالت جماعت احمدیہ کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ سورۃ نساء کی آیت ۱۴۱ کے مطابق جب اللہ تعالیٰ کی آیات کا تمسخر اڑایا جا رہا ہو تو حکم یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے قطع تعلق کر لیں انہوں نے کہا کہ اسلامی ممالک کو متحد ہو کر ایک مشترکہ موقف اختیار کرنا چاہئے انہوں نے کہا کہ مذہبی فتوے پر یورپ کے بارہ ممالک نے ایران کا بائیکاٹ کیا اور امریکہ بھی ان کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ مرزا طاہر احمد نے کہا کہ مغربی ممالک کے مقابلہ کے لئے عالمی رائے عامہ کو ہموار کرنا اور اقتصادی دباؤ ڈالنا بہت ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں نے اپنے طرز عمل سے رائے عامہ کو اپنے خلاف کر لیا ہے اور اس وقت مغربی دنیا میں یہ تاثر دے رہا ہے کہ مسلمان آزادی اظہار اور تحریر کو کچلنا چاہتے ہیں۔ اس طرح وہ اس...

اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

(حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

منجانب :- ماڈرن شو کمپنی ۳۱/۵/۶ لوئر چت پور روڈ کلکتہ

MODERN SHOE CO

31/5/6 LOWERCHITPUR ROAD

PH: 275475

RESI: 273903

CALCUTTA 700073.

اِرشادِ نبویؐ

اَسْلِمْ تَسْلَمْ

اسلام لا تو ہر خرابی ۔ برائی اور نقصان سے محفوظ ہو جائے گا

محتاج دعا:- یکے از اراکین جماعت احمدیہ بمبئی (مہاراشٹر)

اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰن

ہر قسم کی خیر و برکت قرآن مجید میں ہے

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

THE JANTA PHONE 279203

CARD BOARD BOX M.F.G.CO

MANUFACTURERS OF ALLKINDS OF CARDBOARD

CORRUGATED BOXES & DISTINCTIVE PRINTERS

15, PRINCEP STREET CALCUTTA-700072

اَطِعْ اَبَاکَ

اپنے باپ کی اطاعت کر

حدیث نبوی

SAW MILLS & FOREST CONTRACTORS

DEALERS in TIMBER TEAK POLES SIZES FIRE WOODS, MANUFACTURERS OF WOODEN FURNITURE ELECTRICAL ACCESSORIES etc

Po - VANIYAMBALAM

(KERALA)

قائم رہے یہ دور جہاں میں ؛ شائع نہ ہو ہماری یہ محنت خدا کرے

رائچوری الیکٹریکلس (الیکٹرک کنٹریکٹر)

RAICHURI ELECTRICALS & ELECTRIC CONTRACTORE

TARUN BHARAT CO OP HOUSE SOCT

PLOT NO, 6 GROUNDFLOORE OLD CHAKALA

OPP. CIGARETTE HOOSE ANDHERI (EAST

PH: OFFICE - 6348179

RESI = 6289389

BOMBAY 400099

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے

جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

(درثمین)

آٹو ونگس

AUTOWINGS

15 SANTHOME HIGH ROAD

MADRAS - 600004

PHONE 76360 / 74350

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز

الرّحیم جیولرز

پروپرائیٹر:- سید شوکت علی اینڈ سنز

(پتہ)

خورشید کلاتھ مارکیٹ حیدری نارتھ ناظم آباد کراچی ۴۲۹۹۸۳

يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِيْ اِلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ

تیری مدد وہ لوگ کریں گے جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

پیشکش: کریسنٹ احمد گروپ، حمدیہ پروسیس سٹا کسٹ جینون ڈیلرز مدینہ میدان روڈ بھدرک ۷۵۶۱۰۰ (اڑیسہ)

پروپرائیٹر - شیخ محمد یونس احمدی فون نمبر: 294

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

- بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر
- عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل
- امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ (کشتی نوح)

M. MOOSA RAZA SAHEB & SONS - 6 ALBERT VICTOR ROAD FORT BANGALORE 560002.

GRAM :- MOOSA RAZA PH:-. 605558.

"فتح اور کامیابی ہمارا مقدر ہے" - (ارشاد حضرت ناصر الدین)

احمد الیکٹرانکس کورٹ روڈ اسلام آباد کشمیر

گڈلک الیکٹرانکس انڈسٹریز روڈ اسلام آباد (کشمیر)

ڈیپارٹمنٹ ٹی وی ریڈیو، اوشا پنکھوں اور سلائی مشین کی سیل اور سروس

"پندرھویں صدی ہجری غلبۂ اسلام کی صدی ہے۔" (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)

پیشکش:- SABA Traders

WHOLE SALE DEALER IN HAWAI & P.V.C CHAPPALS

SHOE MARKET

NAYA PUL, HYDERABAD - 500002

PHONE - 523860

"قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت کا موجب ہے" (ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۱۲۳)

فون نمبر: ۲۱۹۱ ALLIED :- ٹیلیگرام

الائیڈ پروڈکٹس

سپلائرز - کرشڈ لوہا، پگ آئرن، پین سینٹولوس ایلومینیم لوہا کی فروخت

(پتہ)

نمبر ۲۲/۴/۴ عقب کاچی گوڑہ ریلوے سٹیشن حیدر آباد (اے پی)

AUTHORISED JEEP JOBBERS PARTS

Locos TVS

AUTHORISED DISTRIBUTORS

AMBASSADOR - TREKKER BEDFORD - CONTESSA

AUTHORISED DEALERS

PERKINS P3 P4 P6 P6 354

آٹو ٹریڈرز

ہر قسم کی گاڑیوں - پٹرول و ڈیزل کار ٹرک جیپ —— اور ماروتی کے اصلی پرزہ جات کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں

"AUTOCENTRE" تار کا پتہ

285222 ٹیلیفون نمبر

28-1652

AUTOTRADERS 16 MANGOELANE CALCUTTA 700001

۱۶ - مینگو لین کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

"تمام قسم کی بھلائیاں قرآن مجید میں ہیں" - (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

MIR ®

CALCUTTA - 15

پیش کرتے ہیں :-

آرام دہ، مضبوط اور دیدہ زیب شیڈیٹ ہوائی چپل نیز ربر پلاسٹک اور کینوس کے جوتے !